فصل سوم

شادی کی تحریک، بنیادی اصول اور وضاحتیں[۱]

دستاویز تیار کرنے والی تنظیموں کا تعارف

یہ اعلامیہ درج ذیل تنظیموں کی کوششوں سے مرتب ہوا:

1۔ Coalition for Marriage, Family and Couples Education

(اتحاد برائے شادی، خاندان اور جوڑوں کی تعلیم وتربیت)

2۔ Institute for American Values (ادارہ برائے امریکی اقدار)

3۔ Religion Culture and Family Project, University of Chicago Divinity School

(یونیورسٹی آف شکاگو ڈیوینٹی سکول کا مذہب، ثقافت اور خاندان کا شعبہ)

اتحاد برائے شادی، خاندان اور جوڑوں کی تعلیم

The Coalition for Marriage Family and Couples Education کی بنیاد 1996ء میں بطور ایک آزاد اور غیر فرقہ وارانہ تنظیم ڈالی گئی، جس کے ارکان کو اس امر کا یقین ہے کہ خاندانوں کی ٹوٹ پھوٹ کو کم کیا جا سکتا ہے مگر اس کے لیے جوڑے کو با اختیار بنا کر، ہنر پر مبنی تعلیم دے کر اور شادی کے بارے میں تازہ ترین معلومات سے آگاہ کر کے اعتماد کی دولت سے مالا مال کرنا ہوگا۔ یہ تنظیم CMFCE ایک کلیرنگ ہاؤس کے طور پر کام کر رہی ہے اور قومی، ریاستی اور کمیونٹی لیڈرز کو مشاورت فراہم کرتی ہے۔ یہ ایک ویب سائٹ، ای نیوز لیٹر، ڈائریکٹری اور ''سمارٹ میریج کانفرنس'' کو سپانسر کر رہی ہے۔ جو محققین، ماہرین تعلیم، ماہرین تشخص وعلاج پادریوں، اساتذہ، سکالرز، پالیسی سازوں، صحافیوں اور پبلک کے اُن نمائندوں کا سربراہی سالانہ اجلاس ہے جو شادیوں کو مستحکم دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ کانفرنس میرج اینڈ فیملی ایجوکیٹرز کو تربیت بھی دے رہی ہے۔ CMFCE کے فنڈز کا واحد ذریعہ اس کی سالانہ کانفرنس کے سلسلے میں ہونے والی آمدنی ہے۔

انسٹی ٹیوٹ فار امریکن ویلیوز

(Institute for American Values) یہ انسٹی ٹیوٹ 1987ء میں قائم ہوا۔ یہ ایک پرائیویٹ غیر جانبدار تنظیم ہے جس کا مقصد خاندان کی بہبود اور سول سوسائٹی کے مسائل کے بارے میں تحقیق کرنا، مطبوعات کی اشاعت اور تعلیم عامہ کا اہتمام کرنا ہے۔ انسٹی ٹیوٹ عالمانہ تحقیق اور اس کو منظر عام پر لانے کے لیے فورم مہیا کرتا ہے جہاں خاندانوں اور سول سوسائٹی پر اثر انداز ہونے والے واقعات اور نئے چیلنج سے متعلق تازہ ترین معلومات کا تبادلہ کیا جاتا ہے۔ یہ ادارہ اپنی مطبوعات اور دیگر علمی سرگرمیوں کے ذریعے سکالرز اور پالیسی سازی کے درمیان اختلاف کی خلیج کو کم کرتا ہے اور حکومت میں شامل پالیسی سازوں، میڈیا میں رائے کی تشکیل کرنے والوں اور پرائیویٹ سیکٹر میں فیصلے صادر کرنے والوں کو خاندانی مسائل

۱۔ ''شادی کی تحریک، بنیادی اصول اور وضاحتیں'' کے موضوع پر ہونے والی کانفرنسوں اور مشاورتوں کا اعلامیہ ۲۴۔۲۵ جنوری ۲۰۰۰ء نیویارک سٹی

سے آ گاہ کرتا ہے۔

مذہب، کلچر اور خاندان پروجیکٹ

Religion Culture and Family Project ایک قومی تحقیقی تحریک ہے جس کا مقصد ایسی علمی تحقیق اور مواد کو یکجا کرنا ہے جس سے مذہب اور خاندانی مسائل کے درمیان تعلق اور مفاہمت میں اضافہ ہوتا ہو۔ اس کے فنڈز ''ڈویژن آف ریلجن آف دی للّی انڈومنٹ انکارپوریشن سے آتے ہیں۔ اس نے ایک ''10 بک'' سیریز شائع کی ہے جس میں ویسٹ ہنٹر/ جان نیکس اور پھر ولیم بی ایرڈینبز کی نگارشات شامل ہیں۔ یہ ویڈیوز اور ہولڈز کانفرنسز کرانے کے علاوہ پریکٹیکل پروجیکٹس کی سپورٹ بھی کرتی ہے۔ اس کے ڈائریکٹر ڈان براؤننگ ہیں۔

یہ اعلان نامہ کسی حد تک میرج لیڈرز کے اس صلاح مشورے کا مظہر ہے جو 24/25 جنوری 2000 میں نیو یارک سٹی میں ہوا تھا جسے ''کولیشن فار میرج، فیملی اینڈ کپلز ایجوکیشن، دی انسٹی ٹیوٹ فار امریکن ویلیوز، اینڈ دی ریلجن کلچر، اینڈ فیملی پراجیکٹ آف دی یونیورسٹی آف شکاگو ڈیوینٹی سکول'' نے سپانسر کیا۔ اس اعلامیہ کو یوٹا کانفرنس میں ہمیں دیا گیا۔ اس ویب سائٹ www.marriagemovement.org میں اس کا متن موجود ہے۔ میں نے انسٹی ٹیوٹ آف امریکن ویلیوز کے ذمہ داران سے رابطہ کرکے اِس کے متن کا ترجمہ و تلخیص کرنے کی کوشش کی ہے جس کے لیے میں انسٹی ٹیوٹ کی حوصلہ افزائی کی بے حد شکر گزار ہوں۔ اُنہوں نے نہ صرف اِس کے ترجمہ اور تلخیص پرخوشی کا اظہار کیا بلکہ مجھے اِسے اپنے Thesis میں شامل کرنے کی اجازت بھی دی اور اِس کے ترجمے کو انسٹی ٹیوٹ میں بطور اُردو دستاویز رکھنے کی درخواست بھی کی۔

اعلامیہ کا متن

جنیوا میں اکٹھے ہونے والے اُن دو ہزار افراد کا تصور ذہن میں لائیے جو کہ 'خاندان' کے بارے میں گفت وشُنید کے لیے دنیا بھر سے آئے' ان میں مسلمان' یہودی' اور مسیحی فرقوں سے تعلق رکھنے والے شامل تھے۔ اس کانگرس میں ''خاندان'' کے بارے میں جو اتفاق رائے پایا گیا اُسے ''شادی کی تحریک بنیادی اصول اور وضاحتیں'' نامی دستاویز میں شامل کردیا گیا ہے۔ اس دستاویز کے ذریعے روایتی ،فطری خاندانوں کے ذریعے اقوام متحدہ کو پیغام بھیجا گیا۔ اس پیغام میں صد یوں کے آزمودہ خاندان حمایت اقدار کو پروان چڑھانے کا اعلان کیا گیا۔ جن پر کئی مذاہب اور کئی تہذیبوں کا اتفاق ہے اور یہ اقوام متحدہ کی پالیسی پر طویل عرصے تک اثر پذیر رہنے کے لیے بھیجا گیا۔

ہم کیوں اکٹھے ہوئے؟

ہم ایک ایسی چیز کے لیے اکٹھے ہو رہے ہیں جو ایک نئی بنیادی سطح کی تحریک ہے جس کا مطمحِ نظر شادی کو استحکام دینا ہے، ہم اس نئی تحریک کو عوامی آواز بنانا اور اسے ایک سمت دینا چاہتے ہیں تاکہ ہم اپنی نیتوں اور ارادوں کی وضاحت کر سکیں، اپنے مقاصد کا تعین کریں اور ان کے لیے اپنے ہم وطن شہریوں کی تائید وحمایت حاصل کریں۔

ہم اساتذہ اور سکالرز، مشیرانِ شادی اور معلمینِ شادی ہیں۔ ہم جج، ماہرینِ قوانینِ طلاق اور مصلحین قانون ہیں۔ ہم معالج، سماجی خادم، پالیسی تجزیہ کار، معاشرتی کارکن، قائدین نسواں، مذہبی لیڈر اور ذمہ دارانہ پدریت کے وکلاء ہیں۔ ہم

دولتِ ایمان سے مالا مال ہونے کی بنا پر خدا سے عاجزانہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہمارے پیش نظر کام کو خوش اسلوبی سے انجام دینے کے لیے برکات عنایت کرے۔ ہم انسانی حقوق اور اخلاق و روحانی ترقی کے لیے کام کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ ہم مختلف نسلوں اور علاقائی گروہوں سے تعلق رکھنے والے آزاد خیال، بے تعصب اور قدامت پسند لوگ ہیں جو ایک مشترکہ نصب العین کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں اور شادی کی ایک زوردار تحریک چلا رہے ہیں۔

ہم اس لیے اکٹھے ہوئے ہیں کہ ''طلاق کا انقلاب ناکام ہو چکا ہے'' 1970ء کے عشرے میں بہت سے امریکنوں کی قائم کردہ توقعات کے برعکس طلاق کی بڑھی ہوئی شرح نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ خاندانوں کے بگاڑ کے لیے امرت دھارا نہیں ہے۔ طلاق یافتہ والدین کے مابین بھی لڑائیاں ہوسکتی ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات وہ دونوں، بچوں سے بالکل دستبردار ہو جائیں جس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ہی بچوں کے لیے نئی جذباتی تکالیف اور فراہمی ضروریات سے عہدہ برآ ہونے کی مشکلات شروع ہو جاتی ہیں کیونکہ والدین نئے جذباتی اور مالی مسائل میں گھر جاتے ہیں اور ان کے لیے وقت کا مسئلہ بھی کھڑا ہو جاتا ہے۔ دیگر حالات خواہ بہترین ہو جائیں تب بھی ایسے بچے ماں کے پاس رہتے رہتے والد کی کمی کو محسوس کرنے لگتے ہیں اور باپ کے پاس رہ جانے والے بچے والدہ سے دوری کو شدت سے محسوس کر رہے ہوتے ہیں۔

1970ء کے عشرہ کی حسین توقعات ہماری آنکھوں پر پردہ نہیں بن جانی چاہئیں کہ ہم گذشتہ تیس برسوں کے دوران دریافت ہونے والی تلخ سچائیوں کو نہ دیکھ سکیں۔ جب شادیاں ناکام ہوتی ہیں تو بچے لازماً متاثر ہوتے ہین، بہت سوں کے لیے پیدا ہونے والی مشکلات سال ہا سال برقرار رہتی ہیں اور انہیں مبتلائے تشویش اور مسلسل پریشاں حال رکھتی ہیں، جبکہ بعضوں کے لیے پیدا شدہ مشکلات کبھی ختم ہی نہیں ہوتیں۔ بچوں کے لیے اس وقت بھی پریشانیاں پیدا ہوتی ہیں جب والدین کے مابین شادیاں نہیں ہو پاتیں، انہیں اس وقت بھی دکھ پہنچتا ہے جب والدین ایک دوسرے سے طلاق لے لیتے ہیں اور اس وقت بھی جب زوجین اچھے خاندانی بندھن قائم کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ ہم اس حقیقت سے بھی آگاہ ہیں کہ بعض شادیاں توہین آمیز ہوتی ہیں جن کا جدائی یا طلاق کی صورت میں ختم ہو جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔ ہم پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ بچوں کی پرورش کرنے والا ہر خاندان احترام اور مدد وحمایت کا مستحق ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ہم یہ نہیں بھول سکتے کہ خاندان کی ہر قسم مساوی طور پر بچوں کی بہبود کا تحفظ نہیں کرتی۔

نہ ہی طلاق انقلاب (Divorce Revulution) نے بالغوں کو نسبتاً زیادہ خوشیوں سے ہمکنار کرنے کا وعدہ پورا کیا، بلکہ تحقیق نے یہ ثابت کر دیا کہ 'دوبارہ شادی' (Remarriage) پہلی شادی سے زیادہ خوشیوں کا باعث نہیں بن سکتی۔ اس میں شروع ہی سے طلاق کا میلان زیادہ ہوتا ہے۔ والدین دوسری شادی کر بھی لیں تو ان بچوں کی عمومی کارکردگی ان بچوں کی کارکردگی سے بہتر نہیں ہوتی جن کی پرورش ماں یا باپ نے اکیلے (Single Parent) رہ کر کی ہو۔ اور ان دونوں زمروں کے بچے، ان بچوں سے ہر لحاظ سے بُرے معمولات کے حامل ہوتے ہیں جن کی پرورش ان کے دو شادی شدہ والدین نے مل کر کی ہو۔[۲]

۲۔ Andrew J.Cherlin. 1992 Marriage divorce Remarriage.M.A :Havrvard University Press):84-86.

ہم اس لیے اکٹھے ہوئے ہیں کہ ''شادی کے بغیر بچے پیدا کرنے کا انقلاب''...... (Unwed-Child Bearing Revolution) ناکام ہو چکا ہے۔ غیر شادی شدہ ماؤں کے ہاں زیادہ پیدائش عورتوں کے لیے زیادہ آزادی، زیادہ انصاف اور زیادہ مساوات کی ضامن نہیں بن سکی۔ اس کی بجائے یہ ہوا کہ چونکہ ''تنہا رہنے'' والے مردوں میں سے بہت کم، بچوں کی دیکھ بھال و پرورش کے سلسلے قابل اعتماد ساتھی ہوتے ہیں اس لیے کم ہی مائیں بچوں کی دیکھ بھال میں برابر کی شراکت سے مستفید ہوسکتی ہیں۔ عملاً بغیر شادی کے جنم لینے والے بچوں کو گلے لگانے کے ہمارے رویے نے عورتوں کو زیادہ برابر تو نہیں دلائی ہے لیکن مشاغلِ والدین اور غربت، دونوں میں زنانہ پن پیدا کر دیا ہے۔

ہم اس لیے اکٹھے ہوئے ہیں کہ ہم آزادی کی قدر و قیمت جانتے ہیں اور اپنے آزاد معاشرے کو متاعِ عزیز گردانتے ہیں۔ ہم اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ شادی کا زوال سول سوسائٹی کو کمزور کر کے سماجی ناہمواری پھیلانے کا سبب بنتا ہے۔ تمام سماجی طبقے اور نسلی گروہ شادی کی قدر کرتے ہیں تاہم چونکہ معاشرہ شادی کو کھلے عام سپورٹ کرنے سے پسپائی اختیار کر رہا ہے، جو لوگ اپنی اس خواہش کی تکمیل میں کامیاب ہو گئے ہیں، امید ہے کہ وہ اس پر قائم رہیں گے، وہ بہتر تعلیم یافتہ زیادہ خوشحال اور سفید فام ہیں۔ ۳ے

جیسے کہ ایم بیلنڈا ٹکر نے کہا ہے ''افریقی امریکی دیر سے شادیاں کرتے ہیں۔ ان میں طلاق کی شرح تقریباً دگنی ہے۔ ان میں شادیاں بالکل ہی نہ کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے تاہم ان کے شادیوں کی اہمیت سے متعلق نظریات ویسے ہی ہیں جیسے دوسرے نسلی گروپوں کے ہیں'' ۴ے

30 سال کی عمر کو پہنچنے والی 80 فیصد سفید فام عورتوں لیکن 45 فیصد سیاہ فام عورتوں نے شادی کر لی ہے۔ ۵ے

دریں اثنا 1955ء میں 32 فیصد بیویوں کی شادیاں، جو ہائی سکول گریجویٹ تھیں دس برس کے عرصے میں ختم ہو گئیں ان کے مقابلے میں 18 فیصد کالج کی تعلیم یافتہ بیویوں کی شادیاں ختم ہوئیں۔ ۶ے

اس قسم کے رجحانات کا نتیجہ یہ ہے کہ کم مراعات یافتہ بچوں میں سے بہت کم اپنے شادی شدہ والدین کے ساتھ رہ کر اقتصادی اور جذباتی فوائد سے مستفید ہو پاتے ہیں۔ 1990ء کے عشرہ کے اوائل میں 80 فیصد سیاہ فام (غیر ہسپانوی)

۳۔ Paul R.Amato and Alan Booth 1997. A Generation At Risk: Growing up in an Era of family Up beaval (Cambridge .MA: Harvard University press):89-99

۴۔ M.Belinda Tucker, (in press) 2000.(Marital Values and Expectations in Context:Results from a 21 City Survey in Linda J. Waite et, al (eds) The Ties that Bind. Perspective on Marriage and Cobabitaion(New York: Aldine de Gruyter)

۵۔ Christine Bachrach Michelle j. Hindin and Eluzabeth thompsonm (in press) 2000.The changing shape of the Ties that Bind in Linda j. Waite et al (eds) The Ties that Bind: Perspectives on Marriage and Cohababitation (New york) : Aldine de Gruyter)

۶۔ J.Abama, et al,1997.Fertility ,Family Planning and Womens health :New data fronm the 1995 National Survey of Family Growth .(national Centre for Health Statics) Vital Health Statistics 23(19) Table :36

بچے شادی شدہ جوڑوں کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کے مقابلے میں صرف 16 فیصد افریقی امریکی بچے اور 67 فیصد ہسپانوی بچے شادی شدہ جوڑوں کے پاس رہتے تھے۔ے

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ شادی کا انحطاط ایک امریکی مسئلہ ہے نہ کہ نسلی مسئلہ۔ یہ کسی نہ کسی طرح ہر کمیونٹی پر اثر انداز ہوتا ہے۔لیکن ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اپنے بچوں کی طرف سے ہم پر ایک خاص ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

اگر امریکہ ''شادی'' کو پرائیوٹائز کر دے اور اس کام کے لیے درکار روپے، اقدار، ضروری معلومات، طریق کار اور اقتصادی تعاون فراہم کرنا شروع کر دے تو پھر یہ بات ہمارے لیے باعثِ حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ شادی، مراعات یافتہ لوگوں کی پرائیویٹ پراپرٹی بن جائے گی۔ شادی جو سماجی اور انسانی سرمائے کا ایک طاقت ور سرچشمہ ہے اسے اپر مڈل کلاس کا پرائیویٹ ذخیرہ نہیں بننے دینا چاہیے۔ ایسا کیا گیا تو امریکہ میں محرومین اور مراعات یافتگان کے درمیان ایک نئی تکلیف دہ ازدواجی تقسیم رونما ہو جائے گی۔

ہم اس امر کی توثیق کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں کہ شادی کسی مخصوص مفاد کا نام نہیں ہے۔ کوئی فرد ذاتی طور پر شادی کرنا پسند کرے یا نہ کرے، شادی کا صحت مند کلچر امریکہ کے ہر شہری کے مفاد میں ہے: خواہ وہ امیر ہے یا غریب ہے، چرچ جانے والوں میں سے ہے یا نہ جانے والوں میں سے آزاد خیال ہے یا قدامت پسند، یکے از والدین ہے یا لاولد، افریقی امریکن، ہسپانوی، اینگلو، ایشین یا نیٹو امریکن ہے ۔ شادی نہ قدامت پسندانہ ہے نہ لبرل تصور ہے اور نہ ہی بدلتے ہوئے سیاسی نظریات کے دل بہلاوے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ شادی ایک عالمگیر انسانی ادارہ ہے، یہ ایک طریقہ و تدبیر ہے جسے ہر قابلِ ذکر معاشرہ اپنے ہر بچے کے لیے محبت اور توجہ کا ماحول پیدا کرنے کے لیے بروئے کار لاتا ہے، اس میں ہر بچے کے لیے ماں اور باپ پر مشتمل ایک خاندان ہوتا ہے جو اپنی محبت و شفقت اپنی اولاد کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔

ایک جامع تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ طلاق کی موجودہ شرح، خاندانی چپقلشیں اور کنواری ماؤں کا اس بڑے پیمانے پر بچوں کو جنم دینا، نہ بچوں کے لیے اچھا ہے اور نہ بالغوں کے لیے اور نہ ہی معاشرے کے لیے کوئی اچھا شگون ہے۔[۸] محققین کی ایک بہت بڑی جماعت جس میں مشیرانِ ازدواجی مسائل اور ماہرین تعلیم وصحت بھی شامل ہیں۔ شادیوں کی کامیابی کے

۷۔ Larry Bumpass and Hsien-Hen Lu,1988.(Trends in Cohabitation and Implicants for Childrens Family Contexts in the U.S. (www.ssc.wise.edu/ede/cdewp/home)

۸۔ Judith S..Wallerstein and Sandra Blakslee (in press) 2000.The unexpected legacy of divorce (New york: Hyperion);Sara Mc Mclanahan and Gary Sandeur, 1994. Growing up with and Ala Booth , 1997. A Generation At Risk: Growing up in an era of family upbeaval (Cambridge, MA: Harvard University press.;Promising New treatment for couple (Dicscord)journal of Consulting and clinical phrycology :68 (2);Linda J Waite and Maggie Gaallagher (in Press) 2000. The case for Marriage: WhyMarried people Are Happier,Healthier and Better off Financially (New York:Marriage: Why Married people Are Happi Healthier and Better Off financially (New York : Doubleday).

لیے ولولہ انگیز طریقے تجویز کر رہے ہیں۔9

ان ماہرین میں سے کچھ سٹیٹ سے کچھ لوکل گورنمنٹ سے کچھ شہری تنظیموں سے کچھ ایمانیات کی داعی، کمیونٹیز سے کچھ بہبود اطفال اور کچھ نفسیات کے شعبوں میں سے ہیں، انہوں نے ایک نہایت اہم سوال پر غور شروع کر رکھا ہے: ہمیں شادی کو مضبوط بنانے کے لیے کون سا لائحہ عمل اختیار کرنا ہے؟

شادی کی حمایت کے لیے ہمارے موقف اور پروگرام کا یہ مطلب نہیں کہ ہم سود مند سماجی تبدیلیوں کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں اور گھریلو تشدد اور مردوں کے جابرانہ رویوں کی حمایت کرتے ہیں ہم نہ کسی کی مذمت کرتے ہیں اور نہ پہلے سے پریشان لوگوں میں شرمندگی کا احساس بڑھانا چاہتے ہیں۔ ہم اصلاحِ احوال کے لیے کوشاں ہیں۔ آج بھی دس میں سے 9، امریکی شادی شدہ زندگی کے حق میں ہیں، اگر انہوں نے اپنی زندگیوں کے کسی مرحلے پر شادی کو دیرپا خوشیوں اور شفقت بھرے خاندان کے خواب کی تکمیل کا ذریعہ بنایا تو ہم ان کی بھرپور مدد کریں گے۔

ہم اس لیے اکٹھے ہوئے ہیں کہ ہم شادی کے عہد و پیماں کے عزم کی تجدید کریں، شادی کی مدبرانہ سوچ کو فروغ دیں اور اس سلسلے میں کی جانے والی مساعی کو تقویت دیں۔ ہم ان مزید مردوں اور عورتوں کی مدد کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں جو محبت بھرے اور دیرپا رشتوں میں منسلک ہو کر ایسی زندگی گزارنا چاہتے ہیں جس کی جڑیں دونوں میاں بیوی کی یکساں عزت و احترام کے تصور میں پیوست ہوں۔ ہم یہ عہد کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں کہ ہم اس عشرے میں حالات کے مدّ و جذر کو شادی کی حمایت میں کر دیں گے، اور طلاقوں اور بغیر شادی بچے پیدا کرنے کی شرح کم سے کم کر دیں گے تاکہ ہر سال پہلے سے زیادہ بچے خوشیوں بھرے خاندانوں کے اندر جنم لیں جہاں انہیں والدین کی شفقتوں بھری دیکھ بھال میسر آئے اور ہر سال زیادہ بالغوں کی شادی کے خواب پورے ہوں۔

عصر حاضر میں شادی کا بحران

پچھلی دو نسلوں سے کچھ عرصہ زائد ہو گیا ہے کہ شادی بطور ایک سماجی ادارہ (تنظیم) کمزور پڑ گئی ہے۔ 1960ء سے طلاق کی بے ڈھنگی شرح دو گنا ہو چکی ہے جبکہ طلاقوں کی تعداد تقریباً تین گناہ ہو گئی ہے۔ 1960ء میں 393,000 طلاقیں ہوئی تھیں جو 1994ء میں 12 لاکھ تک جا پہنچیں۔10

دریں اثنا 1980ء سے شادی کے دائرے سے باہر پیدا ہونے والے بچوں کا تناسب تقریباً دو گنا ہو چکا ہے، یعنی

۹۔ John M. Gottman, 1999. The Marriage Clinic: A Scientifically-Based Marital Therapy (New York): Norton(; N.S., Jacobson, A Christensen, S.E. Prince, J. Cordova, and K. Eldridge, 2000. "Integrative Behavioral Couple Therapy: An Acceptance-Based, Prommising New Treatment For Couple Discord" Journal of Consulting and Clinical Psychology; 68 (2) A. Christensen, and N.S. Jacobson 1999.

۱۰۔ U.S. Bureau of the Census, 1998. Statistical Abstract of the United States: 1998 (Washington, D.C. U.S. Department of Commerce). See Table 92

18.4 فیصد سے تقریباً ایک تہائی تک چلا گیا ہے۔ امریکہ میں ہر سال کم سے کم 12 لاکھ بچے غیر شادی شدہ والدین کے ہاں پیدا ہوئے۔[۱۱]

کمزور شادیوں کے بندھن مضبوط اور خوشگوار شادیوں یا خاندانوں میں نہیں ڈھل سکے۔ 1973ء اور 1993ء کے درمیان جو لوگ پہلی خوشگواری شادی کے اندر رہ رہے تھے ان کا تناسب ''حالیہ برسوں میں کافی حد تک گر چکا تھا'' اس کے بعد کے دس برسوں میں یہ تناسب ایک تہائی ہو چکا ہے''۔ یونیورسٹی آف ٹیکساس کے پروفیسر نوروال گلن لکھتا ہے ہے کہ طلاقوں کی اونچی شرح کے باوجود جو بچے ناخوش والدین کے ہمراہ رہ رہے تھے ان کے تناسب میں کمی نہیں آئی۔[۱۲]

شادی کیوں کمزور ہوئی ہے؟ سکالرز اس سوال کے جواب میں متعدد اہم ثقافتی قانونی اور اقتصادی تبدیلیوں کا ذکر کرتے ہیں: لذتوں کی توقعات میں اضافہ، شادی کے متبادل طریقوں کے لیے معاشرے کی طرف سے بڑھتی ہوئی تحسین، عورتوں کے لیے زیادہ معاشی خودمختاری، ''بے قصور'' طلاق اصلاحات، سماجی تحفظ انشورنس پروگراموں میں اضافہ جس کی وجہ سے فرد کا خاندان پر انحصار کم ہو جاتا ہے، خاندانی زندگی میں منڈی اور صارفیت کے طور طریقوں کا عمل دخل مزید بڑھ جانا اور شادی کر کے اس کو نبھانے کے لیے سماج کی طرف سے جو دباؤ ہوا کرتا تھا، اس میں کمی آ جانا (یہ دباؤ خاندان، دوستوں، پیشہ ورانہ اداروں، مذہب اور حکومتِ وقت کی جانب سے ڈالا جاتا تھا)۔ مزید برآں ایک نسل ہی واقع ہونے والی طلاق اگلی نسلوں میں طلاق کے امکانات کو بڑھاتی چلی گئی ہے۔

ایک حالیہ بڑے پیمانے کی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ جن بچوں کے والدین نے طلاق لے لی تھی، ان میں طلاق لے لینے کا امکان 76 فیصد زیادہ بڑھ جاتا ہے، خواہ وہ اپنی خاندانی خصوصیات اور اپنے والدین قبل از طلاق ازدواجی اوصاف کو کتنا ہی عزیز کیوں نہ رکھتے ہوں۔[۱۳]

کیا یہ انحطاط اس لیے واقع ہوا ہے کہ معاشرے کو اب شادی کی کوئی پرواہ نہیں رہی؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ شادی کی آرزو اب بھی وسیع پیمانے پر موجود ہے۔ 1996ء کے ایک سروے میں صرف ایک فیصد امریکنوں نے اسے اپنے لیے ''بہت زیادہ ضروری نہیں'' کہا تھا۔ صرف آٹھ فیصد نے اسے ''فرسودہ ادارہ'' قرار دیا تھا۔ یہ تناسب پچھلی نسل میں تبدیل نہیں ہوا۔ تقریباً نصف امریکن یہ بات کرتے ہیں کہ ''اس ملک میں طلاق لینا زیادہ مشکل نہیں ہونا چاہیے۔''[۱۴] اور اس

۱۱۔ U.S. Bureau of the Census, 1998. Statistical Abstract of the United States: 1998 (Washington D.C. U.S. Department of Commerce). See Table 101.

۱۲۔ Norval Glenn,1996 (Values Attitudes and the State of American Marriage)in David peopenoe ,Jean Bethke Elshtain, David Balankenhorn(eds) promises to keep: Decline and renewal of Marriage in America (Lanham,M.D : Rowman and Littlefield): 15-3

۱۳۔ Paul R. Amato and Alan Booth, 1997. A Generation at Risk: Growing Up in an Era of Family Upheaval (Cambridge, MA: Harvard University Press): 115

۱۴۔ The RopertCentreforPublicOpinion research.1998. The family, Marriage: Highly valued. The public perspective (february/March)17-18.

نقطۂ نظر کے لیے عوامی حمایت بڑھ رہی ہے۔ ۱۵

خلافِ قیاس بات یہ ہے کہ جیسا کہ نور ویل گلن نے لکھا ہے ''شدی بالغ امریکنوں کے لیے بہت اہم ہے۔ غالباً اتنی ہی اہم جتنی کہ ہمیشہ رہی ہے۔ جبکہ شادی شدہ امریکنوں کا تناسب گر چکا ہے اور کامیاب شادیوں والوں کا تناسب اس سے بھی زیادہ گر چکا ہے''۔ ۱۵

اسی طرح نوجوان نسل شادی کے بارے میں بہت پُر جوش ہے ہائی سکول جانے والی دس میں سے آٹھ لڑکیوں کا کہنا ہے کہ ایک اچھی شادی اور خاندانی زندگی ''بے حد اہم ہیں۔'' ۱۶

تین نوجوان امریکیوں میں سے دو کو اس بات سے اتفاق ہے کہ ''جب والدین طلاق لے لیتے ہیں تو بچوں میں مستقل جذباتی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں'' ۔ تین چوتھائی کا یقین ہے کہ طلاق کے قوانین بہت زیادہ نرم ہیں۔ ۱۷

ساتھ ہی آج کے نوجوان مباشرت کو پسندیدہ کام سمجھتے ہیں ان میں ماضی کی بہ نسبت ایسے نوجوان کم ہیں جو شادی کو بچے پیدا کرنے کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ انہیں جب بھی موقع ملتا ہے اپنے رویوں کو عملی جامہ پہنا لیتے ہیں۔ 1976-1980ء اور 1991-1995ء کے درمیان ہائی سکول کی ایسی لڑکیوں کا تناسب جن کا کہنا ہے کہ بغیر شادی بچہ پیدا کرنا'' ایک اچھا لائف سٹائل ہے'' یا ''یہ کسی اور کو متاثر نہیں کرتا'' 33 فیصد سے چھلانگ لگا کر 53 فیصد تک پہنچ گیا۔ ۱۸

1990ء کے عشرے کے اوائل میں 30 سال سے کم عمر کی تقریباً 40 فیصد عورتیں جو پہلی مرتبہ مائیں بنیں، شادی شدہ نہیں تھیں۔ ۱۹

۱۹۷۵ء اور ۱۹۹۵ء کے درمیان ایسی ہائی سکول کی لڑکیوں کا تناسب، جنہوں نے اس بات سے اتفاق کیا کہ ''یہ ایک عموماً پسندیدہ بات ہے کہ ایک جوڑا، شادی کرنے سے پہلے ایک جگہ ساتھ رہے'' ۳۲ فی صد سے ۵۵ فی صد تک شوٹ کر گیا۔ ۲۰

۱۵۔ Norval Glenn,1996.(Values Attitudes, and the state of America Marriage)in David poenoe ,jean bethke elashatin and David blankenhorn (eds) promises to keep :decline and renewal of marriage in America (Lanham M.D :Rowman and littlefield)15-33

۱۶۔ David Popenoer and Barbara Dafoe Whitehead,1999.The State of our Unions; The Social health of Marriages in America (New Bruns wick,NJ : The national Marriage :Project):jine .13 & 14th .http://marriage.rutgers.edu ''اسے اس ویب سائٹ پر دیکھا جا سکتا ہے۔''

۱۷۔ David Popenoe,1999 .Changes in teen attitudes towards marriage, Cohabitation and children 1975-1995(New Brunswick NJ: The National Marriage project :1-10)

۱۸۔ David Popenoe and barbara Dafoe Whitehead, 1999.The State of our unions:the Social Health of Marriage in America (New brunswick,NJ:The National Marriage project) june.

۱۹۔ Amara Bachu 1998.Trends in Marital Status of U.S Women at first birth: 1930-1994. (Washington DC,U.S,Bearau of the Census)(http://www.census.governor /population/www/techpap.html.)

۲۰۔ David Popenoe and Barbra Dafoe whitehead 1999. The State of our unions: the social health of Marriage in America (New Brunswick, NJ: The National marriage project)June

1975ء اور 1995ء کے درمیان ان تمام جوڑوں کا تناسب، جو بغیر شادی کے اکٹھے رہتے تھے، تین گناہ بڑھ گیا۔ 1963ء اور 1974ء کے درمیان پیدا ہونے والی لڑکیوں میں سے 64 فیصد نے پہلی بار جنسی رابطہ قائم کیا نہ کہ شادی کی۔۲۱ ۱۹۹۰ء کے عشرہ کے اوائل میں نوجوان والدین میں بھی شادی کی جگہ مباشرت لے رہی تھی۔ شادی کے دائرہ سے باہر ولادتوں کا تناسب جو ۱۹۸۰ء کے عشرے کے اوائل میں ۲۹ فی صد تھا وہ ۱۹۹۰ء کے اوائل میں ۳۹ فیصد تک پہنچ گیا۔۲۲

کیا شادی اس لیے کمزور پڑ گئی ہے کہ امریکن اب اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے؟

نہیں! صرف ایک فیصد کہتے ہیں کہ ایک اچھی شادی ''بہت ضروری نہیں''

ان واقعات میں سے ہر واقعہ اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ نوجوانوں کے خود سری پر مبنی طرزِ عمل نے شادی کے امکانات کو کم کر دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کامیاب شادی کے امکانات اگر بالکل معدوم نہیں ہوئے تو دُور ضرور ہو گئے ہیں۔ بغیر شادی کے اکٹھے رہنے والے والدین کے بچے، شادی شدہ والدین کے ہاں پیدا ہونے والے بچوں کی بہ نسبت اپنے والدین کی جدائی کو زیادہ شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں۔۲۳

شادی کے دائرہ سے باہر پیدا ہونے والے بچوں میں اس بات کا امکان بہت کم ہوتا ہے کہ شادی کی خواہش مند عورت کو ایک مرد کی رفاقت میسر آ جائے۔۲۴

مباشرت طلاق کے خطرے کو کم نہیں کرتی بلکہ بڑھاتی ہے۔۲۵

مرد اور عورتیں جتنے عرصہ تک اور جتنی کثرت سے مباشرت کریں وہ طلاق کے بارے میں اتنے ہی زیادہ روادار ہو جائیں گے ان میں بچوں کی خواہش بھی کم ہو جائے گی اور ان میں شادی کے بارے میں مثبت رویہ کم سے کم ہو جائے گا۔۲۶

تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ طلاق کے بارے میں رویہ جتنا زیادہ روادارانہ ہوگا، اچھی شادیوں کے امکانات اتنے ہی کم ہوتے جائیں گے۔ ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ دونوں محققین حال میں اس نتیجے پر پہنچے کہ ''ایسا طرزِ عمل اپنانے سے جس میں غیر تسلی بخش شادیوں سے پیچھا چھڑانے کی زیادہ آزادی ہو، اس میں اس امر کا امکان زیادہ ہوتا ہے کہ لوگ اس گمان میں مبتلا ہو جائیں کہ ان کی شادیاں بالآخر تکلیف دہ بن جائیں گی''۔۲۷

۲۱۔ Tom W. Smith, 1999. "The Emerging 21st Century Family:" GSS Social Change Report No.42 (Chircago: National Opinion Research Center, University of Chicago) See Table 2

۲۲۔ Larry Bumpass and Hsein-Hen Lu, 1998. Trends in Cohabitation and implications for childrens,family.context in the U.S (www.ssc.wisc.edu/cde/cdewp/home.ht)

۲۳۔ Thomas G.O Conor,et al,1999.Frequency and Pedicators of relationship dissolution in a community sample in England.(journal of family Phsycology)(13)(3):436-44

۲۴۔ Neil G, Bennett,et,al.1995. The influence of Nonmarital childbearing on the formation of first Marriages . Demography 32(1):47-62

۲۵۔ David Popenoe and Barbara Dafoe whitehead, 1999,should we live together? What young people to know about Cohabitaion befor Marriage(New Brunswick,NJ: The National Marriage project)

۲۶۔ William G.Axinn and jennifer S.Barber,1997.Living arrangements and family formation attitudes in early adult hood journal of marriages and the maily 59(3)(Agust) :595ff

۲۷۔ Paul R Amatoand Stacy J.Rogers 1999.Do Attitudes towards divorce affect Marital quality?journal of family Issues:20(1):69-86.

کیا تبدیلی ممکن ہے؟ مایوس ہونا عبث ہے
کیا شادی کے کلچر کی تجدید معقول مقصد ہے؟ ہمارا خیال یہی ہے

جب امریکی 1990ء کے عشرے میں نوعمری کے حمل کے مقابلے کے لیے منظّم ہوئے تو نوعمری کے حمل کا سلسلہ کم ہو گیا۔ ۲۸

حال میں نوعمروں کی جنسی سرگرمیاں کم ہو گئیں۔ ۲۹

1979ء سے طلاقوں کی شرح کافی حد تک کم ہو گئی ۳۰

ناجائز بچوں کی پیدائش گھٹ گئی۔ 1990ء کے عشرے کے اواخر میں شادی کے دائرے سے باہر بچوں کی پیدائش کا تناسب برابر ہو گیا۔ ۳۱

یہ سب اس بات کی طرف اشارے ہیں کہ سماجی تبدیلی یک طرفہ گلی نہیں ہے۔ نئی حکمت عملیوں کی ظاہری کامیابی (کمیونٹی میرج پالیساں ۳۲ اور میرج ایجوکیشن ۳۳ جو طلاقوں کی شرح میں کمی کی صورت میں سامنے آئی ہے۔ اس نے ہماری امید کے اسباب میں ایک قومی اضافہ کر دیا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے سارے ہم وطن ہم سے اتفاق نہیں کرتے۔ اس میں کم از کم تین پریشانیاں شادی کے عہد کی تجدید میں ہماری راستے میں رکاوٹ ہیں۔ ۳۴

مایوسیوں پر مبنی دلیل

شادی کے کلچر کی تعمیرِ نو کی راہ میں پہلی رکاوٹ جو ہمارے قدموں کو ڈگمگا دیتی ہے "مایوسیوں پر مبنی دلیل" ہے۔

۲۸۔ The National Campaign to prevent Teen pregnancy,s website:www.teenpregnancy.org

۲۹۔ Steven Ventura,et al,1999. (Births) :Final data for 1997.National Vital Statistics reports 47(18)

۳۰۔ صحت کے نیشنل سنٹر کے اعداد و شمار کے مطابق طلاق کی شرح ۱۹۶۰ میں 9.2 اور ۱۹۷۹ میں 22.8 فیصد اور ۱۹۹۰ میں ۲۰۹ فیصد رہی۔ اسے اس ویب سائٹ پر دیکھا جا سکتا ہے۔ www.cdc.governor/nchs/fastats/pdf./43-9s-t1.pdf

Tim B,Heaton,1998. Factors contributing to increasing Marital stability in the United States (Provo,UT: Centre for studies of the family Brigham Young University) (October)

۳۱۔ Stephanie Ventura et,al 1999.(Births) Final data for 1997.National Vital Statistics reports 47(18)

☆ شادی کے بارے میں معاشرتی پالیسیوں پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

۳۲۔ Michael McManus 1995.Marriage savers: Helping yourfriends and family avoid Divorce (Grand Rapids,MI:Zondervan):pam belluck,2000. States declare war on divorce rates before any (I Dos) The New York times(April 22),Larry B.Stammer.199 A Crusade to save Marriages.Los Angeles times(March 17)

۳۳۔ John Gottman 1999.The Marriage Clinic: A Scientfically-based Marital therapy(New York:W.W Norton)S.M Stanely and H.J Markman 1998.

۳۴۔ ☆ تھیوڈورا اومز نے شادی کی روایت کو MWord قرار دینے کی کم از کم ۶ وجوہات بیان کیں ہیں۔ (بقیہ اگلے صفحے پر)

طلاق اور بغیر شادی بچوں کی پیدائش کی بڑھی ہوئی شرحوں کے بارے میں بعض بلند آہنگ آوازیں جو ہمارے کانوں سے آٹکراتی ہیں ہمیں بتاتی ہیں کہ یہ نا قابل تبدّل رجحانات ہیں۔ جیسے کہ 1988ء میں ایک سکالر نے کہا:

''خاندان کی ساخت میں واقع ہونے والی تبدیلیاں غالبًا سماجی اور اقتصادی طور طریقوں میں ایک بہت بڑے اور نا قابل واپسی ردّ و بدل کا نتیجہ ہیں۔'' ۳۵

ایک اور قابل احترام سکالر نے حال ہی میں کہا: ''اکٹھے رہنے والی اب ختم ہونے والی نہیں ہیں، ہمیں اس دنیا کو پہچاننا ہوگا جس میں ہم آج جی رہے ہیں'' ۔۳۶

ہم بصد احترام مگر ثابت قدمی سے اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ امریکی ترقی کی تاریخ ان سماجی مسائل سے تصادم مول لینے کی تاریخ ہے جنہیں کبھی ناگزیر مانا جاتا تھا۔ ان مسائل میں غلامی، نسل پرستی، غربت، آلودگی، نشے کی حالت میں ڈرائیونگ، گھریلو تشدد اور تمباکو نوشی وغیرہ شامل تھے۔ مگر امریکیوں نے ثابت کر دیا کہ جب کوئی سماجی عمل، خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، غلط یا تباہ کن ہو تو اس کا صحیح جواب اسے تقدیر کا لکھا سمجھ کر قبول کر لینا نہیں بلکہ جدوجہد کرنی ہے۔ کاملاً حل ہونے والے مسائل کی تعداد ہمیشہ ہی کم ہوتی ہے۔ ہم پورے وثوق سے جانتے ہیں کہ پابندِ عہد اور باوفا باپوں کے بغیر بچوں کی پیدائش اور ذلت آمیز شادیوں کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا، جبکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

لیکن شادی کا انحطاط ناگزیر نہیں ہے۔ سماجی بحال ممکن العمل ہے جیسا کہ حال میں شرحِ طلاق میں حوصلہ افزا تغیر نے اس کی تصدیق کی ہے۔ ہماری تحریک کا مقصد درجۂ کمال کا حصول نہیں بلکہ ایک پیش رفت ہے، طلاقوں یا بے شادی بچوں کی پیدائش کا مکمل طور پر خاتمہ نہیں بلکہ ان میں حتی الوسع کمی لانا ہے، ہر شادی کا دوام نہیں بلکہ شادیوں کو کامیاب بنانے کے لیے مدد دینا ہے۔

اکیلی ماؤں کی تذلیل کا خوف

تحریک شادی کے خلاف دوسری دلیل مایوسی میں سے برآمد نہیں ہوتی بلکہ یہ خوف پر مبنی ہے۔ کیا شادی کو مستحکم کرنے کی عظیم عوامی جدوجہد کے لیے 'اکیلی ماؤں' اور اس کے بچوں کی تذلیل کرنے کی ضرورت پڑے گی؟ ہمارے خیال میں ایسا نہیں ہوگا۔

شادی کی حمایت کے لیے اکیلی ماؤں یا ان کے بچوں کو عتاب کا نشانہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ شادی کی

(بقیہ از صفحہ گزشتہ)Theodora Ooms Suggests that there are at least six reasons why some people treat marriage as the "M-word". see Theodora Ooms, 1998 Towards More Perfect Unions: Putting Marriage on the Public Agenda (Washington D.C: Family Impact Seminar) (July): 10-11 Available from tooms@clasp.org.

۳۵۔ David T.Ellwood 1988.Poor support: poverty and the American family (New York:Basic books):(46)

۳۶۔ Larry Bumpass quoted in Karen Peterson 2000.(Changing the shape of the American family. and Kara joyner from the Waite National Health and Social Life survey

تحریک، شادی کے کلچر کو بہتر بنانے کی تحریک ہے نہ کہ خود پسندوں کی تحریک جو صرف اپنے جیسوں کی بھلائی کے لیے کوشاں رہے گی شادی کی تحریک میں ہمارے دوش بدوش ایسے لوگ بھی کھڑے ہیں جو اکیلے والدین ہیں یا اکیلے والدین کی اولاد ہیں۔ ہمارا براہِ راست مشاہدہ ہے کہ جب شادیاں ٹوٹتی ہیں تو بچے کس عذاب کا شکار بنتے ہیں اور ان کے والدین کن حالات میں ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ دلیل کتنی جھوٹی اور کتنی گھسی پٹی ہے کہ اکیلے والدین کو شادی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ ایسے والدین انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں خواہ وہ اکیلے ہوں یا شادی شدہ جو اس دن کا خواب دیکھ رہے ہوں کہ ان کی بیٹیاں اکیلی مائیں بنیں یا ان کے بیٹے ''غائب'' باپ بن جائیں۔

اکیلی ماؤں کے بچے تمام امریکن بچوں کی طرح، ایسی مدد کے مستحق ہیں جو ان کی شادیوں کو بہتر بنائے اور انہیں ایسی شادیوں سے بچائے جن سے ان کے والدین کو پالا پڑا تھا۔ انہیں ایسے شادی کے کلچر کی ضرورت ہے جو ان کے دل کی گہرائیوں میں پیوست تمناؤں کا مظہر ہو، نہ کہ ان کے دلوں میں پلنے والے خوف کو اور بھی گہرا کر دے۔ وہ ایسے کلچر کے متمنی ہیں جو ان کو بتائے کہ محبت بھری شادی ہی ایک ممکن، معقول، نارمل اور قابل حصول مقصد ہے۔ بے باپ بیٹے خاص طور پر ایسی مدد کے متمنی ہوتے ہیں جو انہیں ذمہ دار اور اولاد کی پرورش و نگہداشت کرنے والی پدریت (Fatherhood) کی قدر و قیمت سے آشنا کر سکتی ہو۔ انہیں جھوٹی طفل تسلیوں کی ضرورت نہیں ہے کہ تمہارے حقیقی باپ کا تمہیں چھوڑ جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے یا یہ کہا جائے کہ اگر اپنی باری آنے پر تم 'جز وقتی' یا 'غیر حاضر' باپ بن گئے تو تمہارے بچوں کو کوئی تکلیف نہیں اٹھانا پڑے گی۔ اگر بے باپ بیٹوں کو ایسے ماحول میں پلنا ہے جس میں وہ اپنے بچوں کے لیے ذمہ دار اور شفیق باپ بن سکیں تو وہ پھر ایسے کلچر میں پروان نہیں چڑھ سکتے جو انہیں قائل کر دے کہ ہمہ وقتی باپوں کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

شادی کی پرائیویٹائزیشن

شادی محض ایک نجی تعلق داری یا رشتہ نہیں ہے، یہ بھی ایک سماجی ادارہ ہے۔ ڈان براؤننگ نے اپنے مقالے میں جو 1998ء میں انگلینڈ کی لیبر گورنمنٹ نے خاندان اور شادی کے موضوع پر جاری کیا اس میں کہا گیا تھا کہ شادی مفادِ عامہ کی چیز ہے اس سے ریاست کا تعلق ہونا بالکل بجا ہے۔ اس مقالے میں آسٹریلیاں میں میرج ایجوکیشن کی ترویج، فلوریڈا، لوزیانا اور اریزونا میں اس میں دلچسپی کی تحریکوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا گیا کہ 50 ریاستوں میں شدی اور خاندان سے متعلق قانونی ضابطوں کی تشکیل اس نظریے کی اصابت کی مظہر ہے کہ شادی بے شمار مفادات کی حامل ہے، اس کی باقاعدہ مانیٹرنگ ہونی چاہیے اور اسے مفاد عامہ کی تابع بنایا جانا چاہیے۔[۳۷]

شادی نہ کنزرویٹو نظریہ ہے نہ لبرل، اور نہ ہی وقتی سیاسی نظریات کا کھلونا، بلکہ ایک عالمگیر انسانی ادارہ ہے۔

طلاق کلچر کے 30 برسوں کے بعد بہت سے امریکی شادی کو اتنا ذاتی معاملہ سمجھتے ہیں کہ اِسے نہ پبلک کا مسئلہ مانتے اور نہ ہی اس میں مداخلت، درست قرار دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ ارکان خاندان، پادریوں اور بچوں کو بھی اکثر شادی کی کامیابی کے لیے دلچسپی لینے کے حق دار نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اگر شادی دو بالغوں کے درمیان محض ایک لفظ تھا جو انہوں نے ذاتی

۳۷۔ Don Browning 2000.What is Marriage?An exploration. Paper presented at the Institute for American Values, Marriage Consultation, New York City (January 25):9

تعلقات کی استواری کے لیے ادا کیا تھا تو کسی باہر کے آدمی کو ان کے طلاق کے فیصلے پر رائے زنی کا کیا حق پہنچتا ہے؟

ہم شادی کے اس محدود تصور کو تسلیم نہیں کرتے، ایک اچھی شادی صرف ایک اچھے پرائیویٹ تعلق کا نام نہیں، شادی شدہ جوڑے ''سر بمہر بلبلے'' کے اندر بند نہیں رہتے کہ وہ دوسروں کے اثرات سے بالکل مامون ہوں۔ اگرچہ شادی ایک باہمی جنسی تعلقات کا معاملہ ہے اس کا ایک باطنی عوامی پہلو بھی ہوتا ہے۔ شادی وہ تعلق ہے جسے دو محبت کرنے والے جب چاہیں، ذاتی جذبات کی دنیا سے باہر لا کر ایک سماجی حقیقت بنا سکتے ہیں جو صرف اس جوڑے کے تسلیم کرنے کا معاملہ نہیں بلکہ دوستوں، خاندان، مذہب، گورنمنٹ اور باقی ماندہ سوسائٹی کے تسلیم کرنے کا معاملہ بھی ہے۔ اچھی شادیاں بنائی جاتی ہیں، پیدا نہیں ہوتیں اور انہیں ایسے معاشرے میں بنایا جاتا ہے جو ان کا فہم رکھتا ہے اور وہ شادی کو ایک مشترکہ اور کلیدی ادارہ سمجھتا ہے، یہ محض دل کا معاملہ نہیں ہوتی۔

شادی کیا ہے؟ چھ پہلو

شادی میں کم از کم چھ اہم پہلو یا وسعتیں ہوتی ہیں۔

۱۔ شادی ایک قانونی معاہدہ ہے جو زوجین کے درمیان رسمی اور قانونی ذمہ داریوں اور حقوق کو جنم دیتا ہے۔ یہ پبلک کی طرف سے تسلیم کیے جانے اور تحفظ دیے جانے کا استحقاق رکھتا ہے۔ خواہ ٹیکس قانون کے تحت ہو یا طلاق کے قانون کے تحت۔ یہ معاہدہ شادی شدہ جوڑے کو ایک مستقل بندھن قائم کرنے میں مدد دیتا ہے۔

۲۔ شادی ایک مالی شراکت ہے۔ شادی میں ''میری رقم''، ''ہماری رقم'' بن جاتی ہے اور جائیداد کی یہ شراکت ایک منفرد قسم کی یگانگت اور باہمیت کو جنم دیتی ہے جو شادی کے باہر کی دنیا میں بہ مشکل ہی قائم ہو سکتی ہے۔ صرف دو محبت کرنے والے ہی اس قانونی قول و اقرار کو ایسے اعتماد میں بدل سکتے ہیں جس کے تحت وہ بنک اکاؤنٹس کے ساتھ ساتھ زندگی کے بھی ساتھی بنتے ہیں۔

۳۔ شادی ایک مقدس عہد ہے۔ حتیٰ کہ جو لوگ کسی منظم مذہب کے پیروکار نہیں وہ بھی شادی کو عموماً ایک مقدس جوڑ سمجھتے ہیں جو ان کے مطابق اپنے اندر بے پناہ روحانی مضمرات رکھتی ہے ''خواہ یہ معاہدے کے گہرے استعارے ہوں جیسے کہ یہودیت، اسلام اور اصلاح شدہ پروٹسٹنٹ ازم کے اندر پائے جاتے ہیں، میثاقِ مسیحی ہو جیسا کہ کیتھولک ازم یا ایسٹرن آرتھوڈاکسی کا ہے، کنفیوشن ازم کا ''ین اور یانگ'' ہو، ہندو ازم کی نیم تقدیسیت ہو یا تصوف ہو جس کے سرے ماڈرن رومانٹک محبت سے آ جڑتے ہیں۔ ڈان براؤننگ لکھتا ہے ''انسان شادی کے اندر ایسی اقدار پاتے ہیں جو انہیں لگے بندھے دنیاوی معمولات سے دُور کی دنیا میں لے جاتی ہیں۔[۳۸]

مذہبی عقیدہ شادی کے معنوں میں گہرائی پیدا کرتا ہے، جب شادی شدہ جوڑے کو کوئی مشکلات پیش آتی ہیں تو ان کا یہ عہد ان کے لیے بے مثل امنگوں کا سرچشمہ بن جاتا ہے۔

۴۔ شادی ایک جنسی ملاپ ہے، یہ جنسی خواہش کو بلند تر مقام پر لے جا کر مستقل علامتِ محبت تک پہنچا دیتا ہے اور

۳۸۔ Don Browning 2000.What is Marriage?An exploration. Paper presented at the Institute for American Values, Marriage Consultation, New York City (January 25):11

دونوں محبت کرنے والوں کو ''یک جان دو قالب'' میں ڈھال دیتا ہے۔ شادی صرف ایک پرائیویٹ معاملہ نہیں بلکہ ایک پبلک مفاہمت ہے جو اس امر کا اشارہ ہے کہ دو افراد جنسی منڈی میں سے پسپا ہو کر ایک دوسرے کے لیے وقف ہو گئے ہیں۔ وفاداری کا یہ پبلک قول و اقرار بھی مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کے ہو کر رہنے کا عزم دے دیتا ہے۔ مثال کے طور پر تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ عام مباشرت کرنے والے مرد خاوندوں کی بہ نسبت چار گنا زیادہ دھوکے باز ہوتے ہیں اور آوارہ عورتیں بیویوں کی بہ نسبت آٹھ گنا زیادہ بے وفا ہوتی ہیں۔[۳۹]

۵۔ شادی ذاتی ضمانت ہے، شادی اس امر کا حتمی عہد ہے کہ ہم ایک دوسرے سے محافظت، وفا داری اور تعاون پر مبنی محبت کریں گے۔ شادی ہماری اس خواہش کی مظہر ہے کہ ہم دوسرے لوگوں کو جاننا چاہتے ہیں اور وہ ہمیں جان لیں۔ یہ ہماری گہری امیدوں کا اظہار ہے کہ ہماری محبت عارضی چیز نہیں ہو گی اور ہم اس میں کبھی شگاف یا دراڑ نہیں پڑنے دیں گے۔

۶۔ شادی خاندان سازی کا عہد ہے۔ یہ دو حیاتیاتی اجنبیوں کو قریب تر لا کر ایک دوسرے کے رشتہ دار بنا دیتی ہے۔ شادی ایک تولیدی معاہدہ بھی ہے جس میں اقرار کیا جاتا ہے کہ ہم جن بچوں کو جنم دیں گے ان کی پرورش اور دیکھ بھال کے ذمہ دار ہوں گے۔ یہ باپ کے اس عزم کو تقویت دیتی ہے کہ ہمارے بچے ہمارے نظمِ خاندان کا جزو ہوں گے۔

ان جملہ پہلوؤں سے شادی ایک پیداواری ادارہ ہے نہ کہ ایک سامانِ صارفیت۔ شادی محض موجود رشتہ ہائے محبت کی تصدیق نہیں کرتی بلکہ ان راستوں کا بھی تعین کرتی ہے جن کے ذریعے وہ ایک دوسرے کی طرف اپنے بچوں کی طرف اور اپنے مستقبل کی طرف بڑھتے ہیں۔ شادی اس راستے کو بھی تبدیل کرتی ہے جو دوسرے افراد، گروپ اور ادارے اس جوڑے کے بارے میں سوچتے اور عمل کرتے ہیں۔[۴۰]

پبلک اور شادی کا قانونی پہلو اس جوڑے کے اس یقین میں اضافہ کرتا ہے کہ ان کی رفاقت ہمیشہ قائم رہے گی۔ اس کے برعکس شادی کی پرانی تعریف کو بدل کر اسے محض ایک پرائیویٹ تعلق کا شکل دے دی جائے گی، تو وہ غیر مؤثر ہو کر دیرپا معاہدہ یا نصب العین نہیں رہے گی۔

شادی باپوں کے لیے بطور ایک گہوارہ

شادی کی مختلف جہتیں کس طرح صحت مند اور پیداواری رویے کو تقویت دیتی ہیں اس کی ایک مثال، باپ کو ایک

۳۹۔ Tabulations by Linda J.Waite and Kara joyner from the national health and Social Life survey.The case of Marriage, Why people are Happier, Healthier and Better Off Financially (New York): Doubleday See Chapter 6.

۴۰۔ انسٹیٹیوٹ آف امریکن ویلیوز کے زیر اہتمام شادی کے موضوع پر ایک مشاورت منعقد کی گئی۔ ۲۵ جنوری ۲۰۰۰ کو یہ مقالہ نیویارک سٹی کے انسٹیٹیوٹ میں پیش کیا گیا۔

گہوارۂ تربیت فراہم کرنے کی ہے۔ اس کی عملی شہادت بالکل واضح ہے۔ جب کوئی شوہر بیوی کے ساتھ مل کر بچے کی پرورش میں حصہ لیتا ہے تو اس کو پالنے پوسنے کا تجربہ حاصل ہوتا ہے جسے وہ اگلے بچے کی بہتر نگہداشت کے لیے بروئے کار لاتا ہے۔

محض حیاتیاتی حقیقت پر نظر ڈالی جائے، مرد عورتوں کو 'بار آور' کر کے بچوں کی لامحدود تعداد پیدا کرنے کے قابل ہوتے ہیں لیکن ایک مرد محبت، دیکھ بھال، حفاظت اور مالی سپورٹ صرف چند ایک بچوں کو فراہم کر سکتا ہے۔ شادی ایک مرد کی جنسی صلاحیت اور باپ کی حیثیت سے ذمہ داری کے درمیان شگاف کو بند کر دیتی ہے۔ یہ ایک عورت کے ساتھ جنسی ملاپ کو پبلک ریکارڈ کا معاملہ بنا دیتی ہے۔ یہ نہ صرف اس مرد کو بلکہ اس کے رشتہ داروں کو بھی اس جنسی ملاپ سے پیدا ہونے والے بچوں، جن کا اجتماعی نام خاندان ہے، کی حفاظت کے ذمہ دار بنا دیتا ہے۔[۴۱]

تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ جب باپ اپنے بچوں کے ساتھ نہیں رہتے، باپ اور بچوں کے درمیان تعلق ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ طلاق کے دس سال بعد سو میں سے صرف دس بچوں نے اپنے باپوں کو ہفتے میں ایک دن دیکھا۔ ایسے دو تہائی بچوں نے گذشتہ ایک سال میں اپنے باپوں کو بالکل نہیں دیکھا۔[۴۲]

غیر شادی شدہ باپوں کے بارے میں ایک تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ 57 فیصد اپنے شیر خوار بچوں کو ہر ہفتے دیکھنے آئے۔ 22 فیصد اپنے ایلیمنٹری سکول کی عمر کے بچوں کو دیکھنے آئے۔ ایک اور تحقیق میں پانچ شہری افریقی امریکی نوجوان اکیلی ماؤں زمیں سے ایک نے بتایا کہ ان کے تین سالہ بچے کا باپ 'کافی' ذمہ داری لیتا ہے۔ جبکہ 88 فیصد شادی شدہ آزادانہ جنسی اختلاط کرنے والی ماؤں نے بچوں کی سرے سے کوئی ذمہ داری نہیں لی۔[۴۳]

اب کیوں ہے؟ ایک سبب یہ ہے کہ جب باپوں کا اپنے بچوں کی ماؤں سے نکاح کا رشتہ نہیں ہوا ہوتا تو انہوں نے نئی عورتوں سے تعلقات اور نئے بچوں کے سلسلے میں کافی ذمہ داری لے لی ہوتی ہے۔ ان کے وقت، طاقت اور آمدنی کے محدود وسائل میں بہت کم گنجائش رہ چکی ہوتی ہے۔ جب ایک باپ اپنے بچوں کی ماں کے ساتھ نہیں رہتا اس کی باپ ہونے کی حیثیت کم از کم دو گھرانوں پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ عموماً زیادہ گھرانوں میں بھی بٹی ہوتی ہے۔ شادی کے دائرے سے باہر باپ ہونے کی مشکلات کئی گنا بڑھ جاتی ہیں اور کامیاب باپوں کی تعداد کم ہو جاتی ہے۔

کیا شادی پرائیویٹ مسئلہ ہے؟

طلاق پر ہونے والے سرکاری اخراجات۔ کیا شادی کو مضبوط بنانا ایک جائز قومی مقصد ہے؟

ہمیں یقین ہے کہ کم از کم چار وجوہات کا جواب ہاں میں ہے:

۴۱۔ Lingxin Hao 1996 Family Structure Private Transfers and the Economic Well being of Families with children. Social forces 75:269-292

۴۲۔ Frank F. Furstenberg.jr.and Andrew Cherlin.35-36.

☆ ٹوٹا ہوا خاندان: جب والدین کے درمیان طلاق ہو جاتی ہے تو انکے بچوں پر اس کے کیا اثرات پڑتے ہیں۔ (کیمبرج ایم اے ہارورڈ یونیورسٹی)

۴۳۔ Rebekah Levin Coley and P.Lindsay chase-Lansdale,19999.Stability and Change in Parental involment among urban african american fathers .13(3):416-4

☆ شادی بچوں کی بہبود کا تحفظ کرتی ہے۔

☆ طلاق والے اور بغیر شادی شدہ والدین بننے والے ٹیکس دہندگان پر بوجھ بنتے ہیں ۔

☆ شادی، سماجی اور انسانی سرمائے میں بے مثل اضافے کا باعث ہے، یہ اتنی ہی اہمیت رکھتی ہے جتنی کہ تعلیم، افراد اور کمیونٹیز کی دولت بڑھانے میں اہمیت رکھتی ہے۔

☆ صرف شادی ہی دوام کے لیے ایک معقول امید پیدا کرتی ہے۔

شادی اس وقت ہوتی ہے جب دو محبت کرنے والے اپنے پرائیویٹ جذباتی تعلقات کو ایک قابل تسلیم سماجی حقیقت بنانے کا فیصلہ کرتے ہیں۔

بچوں کی خیر و عافیت

بچوں کے حالات اسی صورت میں بہتر ہو سکتے ہیں جب ان کی پرورش ان کے باہمی طور پر شادی شدہ والدین کے ہاتھوں ہو۔ بچوں کے لیے ''وٹے خاندانوں' (Non-Intact Families) سے کیا خطرات جنم لیتے ہیں؟ اس پر'لنڈا جے ویٹ' اور'میگی گیلاغر' نے تحقیق کی ہے وہ بتاتی ہیں: ''اوسطاً شادی شدہ والدین کے بچے جسمانی اور ذہنی اعتبار سے زیادہ صحت مند، بہتر تعلیم یافتہ اور بعد کی منازلِ زندگی میں دیگر بچوں کی بہ نسبت اپنے پیشوں میں بھی کامیاب رہتے ہیں۔ دوسری طرف ''سنگل پیرنٹ والے گھرانوں میں پرورش پانے والے بچے عموماً غربت کے مارے ہوئے ہوتے ہیں، وہ صحت اور نفسیات کے متعدد مسائل سے دوچار ہونے کے باعث جرائم کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں۔ ان کے اپنے بڑوں سے تعلقات اکثر بگڑے رہتے ہیں، انہیں تعلیم کے مواقع بھی نسبتاً کم ملتے ہیں، ان کی شادیاں کم مستحکم اور پیشہ وارانہ حیثیت پست درجے کی رہتی ہیں، ان کی بہ نسبت جن بچوں کے والدین شادی کر کے اس پر قائم رہتے ہیں وہ ان سے ہر لحاظ سے بہتر اور بلند تر ہوتے ہیں۔ والدین کی شادی کا رخنہ بچوں پر بہرصورت اثر انداز ہوتا ہے یہ خرابی خاندان کی اہم خصوصیات، بشمول والدین کی نسل، آمدنی اور سماجی و اقتصادی حیثیت کو ملحوظ رکھے جانے کے باوجود بچوں پر اپنا اثر ظاہر کیے بغیر نہیں رہتی''۔[۴۴]

شادی بچوں کے لیے کیا کردار ادا کرتی ہے؟ شادی کی ہوئی ہو تو بچوں کو ماں اور باپ دونوں کے مالی، جذباتی، تعلیمی اور روحانی وسائل تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ شادی سے باہر کے والدین اور بچوں کی معاشی اور جذباتی دلچسپیاں منتشر ہو جاتی ہیں۔ بچے نئی وفاداریوں کے مابین ٹکراؤ سے دوچار ہو جاتے ہیں جبکہ بالغوں کی کیفیات بھی ان سے مختلف نہیں ہوتیں۔ جو شخص اپنے بچوں سے الگ رہ رہا ہو وہ ان بچوں کی ضروریاتِ زندگی اور اپنے رہن سہن کے معیار کو برقرار رکھنے کی خواہش کے درمیان تضاد کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسے اپنے بچوں کے لیے وقت اور پیسوں کے درمیان نئی رسہ کشی سے بھی سابقہ پڑ سکتا ہے۔ کیونکہ ''الفت کی نئی منزلیں'' کافی وقت اور کافی پیسوں کی ضرورت محسوس کراتی رہتی ہیں۔ عمر بھر کے شادی کے دائرے سے باہر قدم رکھنے کے بعد وہ جزوی باپ ہونے کے تقاضوں اور مختلف گھرانوں میں موجود اپنے بچوں کی

۴۴۔ Linda J.Waite and Maggie gallagher (in press 2000) L 32(128)(winter):897ff 42.41.S.J Chreiton

طرف سے آنے والے کھچاؤ کے درمیان لٹک کر رہ جاتے ہیں۔

اسی طرح ایک اکیلی ماں کو روزی کمانے کے لیے لازماً گھنٹوں باہر رہنا پڑتا ہے، بچوں کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ انہیں سماجی ذمہ داریوں کے لیے بھی وقت اور توانائی کی ضرورت پڑتی ہے۔ غیر متعلقہ مردوں کو اپنے گھر میں متعارف کرانے سے اسے اپنے بچوں کے ساتھ زیادتی ہو جانے کے خطرات بھی مول لینا پڑتے ہیں۔ ۴۵

عام صورت حال میں اس سے مشکل قسم کے جذباتی فیصلے اور وفاداریوں کو متوازن کرنے کے اقدامات کرنا پڑ سکتے ہیں کیونکہ بچے اور نئے پارٹنرز دونوں والدین سے وقت، حصول توجہ، پیسے اور جذباتی ترجیح کے لیے ایک دوسرے کے متقابل بنے رہتے ہیں۔ شادی سے باہر کے بچوں کی دیکھ بھال کے کام ویسے ہی رہتے ہیں لیکن دونوں والدین کو کم بچے ہوئے وقت، کم جذباتی انرجی اور کم مالی وسائل کے ساتھ ساری ضرورتیں پوری کرنا پڑتی ہیں۔

شادی کے دائرے سے باہر والدین اور بچے کا باہمی رشتہ خاص طور پر کمزوری کا شکار ہو جاتا ہے، نہ صرف غیر حاضر باپوں کے ساتھ بلکہ تھکی ماندہ ماؤں کے ساتھ بھی تعلق کمزور پڑ جاتا ہے۔ متذکرہ دونوں محققین نے پندرہ برسوں میں جن 2000 شادی شدہ خاندانوں کا مطالعہ کیا ہے، ان کے حوالہ سے ان کا کہنا ہے ''والدین کے ساتھ تعلقات متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے'' طلاق لینے کے بعد الگ ہو جانے کی بہ نسبت بحالتِ ناراضگی اکٹھے رہنے سے معاملات میں زیادہ بگاڑ واقع ہوتا رہتا ہے''۔ ۴۶

بہت سے سنگل پیرنٹس ''بے نام ہیرو'' (Un-Sung Heroes) ہوتے ہیں وہ اپنے بچوں کے لیے محبت بھرے گھر بنانے کے لیے یہ سب مشکلیں برداشت کرتے رہتے ہیں۔ مگر ان میں سے بہت کم ہیرو اور ہیروئنیں شادی سے باہر کے بچوں کی دیکھ بھال کی مشکلات کا انکار کریں گی۔ اس ازدواجی حیثیت والے چند ایک امریکن ہی ہوں گے جو اکیلے والدین کو مثالی قرار دے سکیں گے۔

طلاقوں کا ٹیکس دہندگان پر نادار بوجھ

طلاق اور بغیر شادی بچے پیدا کرنے سے سرکاری خزانے بہت بوجھ پڑتا ہے جو ٹیکس دہندگان کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ جرائم، منشیات کے استعمال تعلیمی ناکامیوں، پرانی بیماریوں، بچوں چ کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں، گھریلو تشدد کی وارداتوں اور بالغوں اور بچوں دونوں کی غربت کی بڑھتی ہوئی شرح کا بوجھ ٹیکس دہندگان کی جیبوں پر ہی پڑتا ہے جو مختلف شکلیں اختیار کرتا رہتا ہے مثلاً معاشرتی بہبود کے اخراجات، اصلاحِ احوال کی تعلیم اور خصوصی تعلیم کے اخراجات، ڈے کیئر کی امدادی رقوم، ایڈیشنل چائلڈ سپورٹ اکٹھی کرنے کی لاگت ڈائریکٹ کورٹ ایڈمنسٹریشن کے اخراجات جو بعد از طلاق لوگوں کی بحالی پر خرچ ہوتے ہیں یا بغیر شادی اکٹھے رہنے والے جوڑوں کے اخراجات، لاوارث بچوں کی نگہداشت کے

۴۵۔ ۱۹۷۰ء اور ۱۹۸۲ء کے درمیان یو کے میں بچوں کے تحفظ کے سلسلے میں کی گئی تحقیق کے مطابق

S.J. Greighton, 1985Child Abuse and Neglect 9:441-448. Ethonology and Sociobiology 15:207-217.M.Daly and M.I Wilson, 1996

۴۶۔ Paul R. amato and Alan booth 1997.(A new generation at risk:growing up in as era if family upbeaval (Cambridge -MA :Harvard university press.):77-78.

اخراجات، میڈیکل ایڈ اور میڈی کیئر کی لاگت میں اضافہ سنگین جرائم کو کنٹرول کرنے کے اقدامات کے اخراجات، بالغوں کے غیر ذمہ دارانہ رویوں کی اصلاح کے اخراجات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

درآنحالیکہ ٹیکس دہندگان پر آئے دن بڑھتے ہوئے بوجھ کی صحیح معنوں میں تحقیق نہیں ہو پائی، یہ سب شادیوں کے انحطاط کا شاخسانہ ہے تاہم ایک تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ ان اخراجات میں مزید اضافہ ہونے والا ہے۔جس کی وجوہ درج ذیل ہیں:

☆ باضابطہ شادیوں کے دائرے سے باہر پرورش والے لڑکوں میں جرائم کا رجحان دو سے تین گنا تک زیادہ ہوتا ہے۔ وہ اس رجحان کے مسلسل اسیر بنے رہتے ہیں جب وہ تیس برس کے عشرے میں پہنچتے ہیں تو اپنی نسل، خاندانی پس منظر اور مقامِ رہائش کی خصوصیات کی پرواہ کیے بغیر اور اچھے بُرے کی تمیز رکھنے کے باوجود جرائم میں ملوث ہونے لگتے ہیں۔[۴۷]

چونکہ طلاق خاندانی آمدنی کو کم کر دیتی ہے اور علاقۂ رہائش کی خصوصیات بھی اپنا اثر ظاہر کرتی ہیں اور چونکہ ایک نسل میں ہونے والی طلاق اگلی نسل میں بغیر شادی بچوں کی پیدائش کی شرح کو بڑھا دیتی ہے لہٰذا شادیوں کی ناکامیوں کے طویل المیعاد نتائج جرائم کی شرح میں کہیں زیادہ اضافہ کر دیتے ہیں۔

☆ خاندانی ساخت کی تبدیلیاں ۹۷ فیصد سیاہ فاموں اور ۹۹ فیصد سفید فاموں پر آنے والے غربت کے بحرانوں کا سبب بنتی ہیں، ان میں نہ صرف بغیر شادی کے پیدائشوں کا سلسلہ بڑھتا ہے بلکہ شرحِ طلاق میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔[۴۸] طلاق کے بعد 44 فیصد عورتیں غربت کا شکار ہو جاتی ہیں۔[۴۹]

شوہروں کے غائب ہو جانے پر دوسری شادی کر لینے والی عورتوں اور خاص طور پر طلاق یافتہ عورتوں کا معیارِ زندگی اتنا گر جاتا ہے کہ وہ غربت کی سطح پر چلی جاتی ہیں۔ معیار گرنے کی وجہ طلاق کے اثرات کے کھاتے میں نہیں ڈالی جاسکتی۔[۵۰]

☆ ویلفیئر الاؤنس کے لیے پہلی درخواست دینے والی عورتوں میں سے تقریباً پانچواں حصہ وہ عورتیں ہوتی ہیں جنہیں طلاق ہو چکی ہوتی ہے یا وہ علیحدہ ہو چکی ہوتی ہیں، ہر چار میں سے ایک ماں جو پہلی بار طلاق کی وجہ سے ویلفیئر کی

۴۷۔ Cynthia C.Harper and Sara s. mclanahan,1988. Father Absence and Youth Incarceration", Paper presented at the Annual Meeting of the American Sociological Association (San Francisco, August).

۴۸۔ Thomas J.Kneisner,et al 1988.Getting into poverty with out a husband. getting out with or without .American economic review.78.May 86:90.

۴۹۔ Julia A. Heath and b.F Kiker 1992.Determinations of spells of poverty following Divorce review of Social economy 50(3) (fall): 315ff.

۵۰۔ Pamela J .Smock, Wendy D. Manning and Sanjiv gupta 1999

☆ شادی یا پھر طلاق کے بعد عورت کی مالی صورتحال کیا ہوتی ہے؟ امریکن سوشیالوجیکل ریویو۶۴ - دسمبر۹۴ ۷-۸۱۲

طرف دھکیل دی گئی پانچ سال بعد بھی اسی پر گزارہ کر رہی ہے۔۵۱

ویلفیئر اخراجات پر طلاق کے طویل المیعاد اثرات اس سے بھی کہیں زیادہ ہیں۔ کیونکہ طلاق یافتہ ماؤں کی بیٹیوں کا نوعمری میں مائیں بن جانے کے امکانات تین گنا زیادہ ہو جاتے ہیں اور بعد میں انہیں طلاق بھی جلد مل جاتی ہے۔۵۲

☆ ''غیر شادی شدہ ہسپتال مریضوں'' میں سے ڈھائی گنا کو ہوم نرسنگ دیکھ بھال کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ جوان کی بیماری کی شدت، تشخیص، عمر، صنف اور نسل کو پیش نظر رکھ کر طے کی جاتی ہے۔۵۳

نرسنگ ہوم میں بڑی عمر کے شادی شدہ مردوں اور عورتوں کے داخل ہونے کا امکان غیر شادی شدہ بزرگ شہریوں کے مقابلے میں کم ہوتا ہے۔۵۴

☆ طلاق ہو جانے کے بعد ان کے بچوں کا بیماریوں سے دو چار ہونے کا امکان 50 فیصد بڑھ جاتا ہے۔۵۵

جس سے مبتلائے غربت ماؤں کے طبی اخراجات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جن گھرانے کی سربراہ عورت ہو وہاں کے بچوں کا ہسپتال میں داخل ہونے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کی بیماری کی طوالت، دو والدین والی فیملیز کے بچوں کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ اگرچہ اس میں اکیلی ماؤں فیمیلز کی کم سطح کی تعلیم اور کم آمدنی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔۵۶

☆ ''صرف ماں'' والی اور ''دوبارہ شادی والی'' فیملیز کے بچوں میں سے ایک چوتھائی تعداد سکول میں ایک کلاس میں دوبارہ داخل ہوتی ہے۔ ان کے مقابلے میں 'شادی شدہ' فیملیز کے چودہ فیصد بچے ایک کلاس میں دوبارہ داخلہ لیتے ہیں۔ 'صرف ماں والی' فیملیز کے بچوں میں سے تقریباً ایک چوتھائی بچے (اور سوتیلے باپ والی فیملی کے 18 فیصد) سکولوں سے معطل کیے گے یا خارج کر دیے گئے۔ اور ماں باپ پر مشتمل فیملیز کے 10 فیصد بچے معطل یا خارج کیے گئے۔۵۷

۵۱۔ Johanne Boisjoly,Kathleen mullan Harris and Greg J.Duncan 1998.Trends ,Events and duration of Initial welfare Spells Social servce review.(Dec)467-492

۵۲۔ Andrew J.Cherlin et al,1995..Paul R. Amato and Alan booth 1997.(Cambridge University Press): 84-119.

۵۳۔ Howard S.Gordon and Gary E. rosenthal,1995.Impact of Marital status on hospital outcomes.

۵۴۔ kenneth G. Manton E. Stallard and Max A Woodbury 1995. " Longitudinal Models of Disability Changes and Active Life Expectancy in Elderly Populations: The Interaction of Sex, Age and Marital Status" in W. Morgenstern, et. al. (eds) Modeling Noncommunicable Diseases (Berlin: Springer Verlag); Vicki A. Freedman, 1996. "Family Structure and the Risk of Nursing Home Admission" Journal of Gerontology: Social Sciences 51B (2): S61-S69

۵۵۔ Jane Mauldon 1990..(The effects of marital disruption on childrens health) Demography 27: 431-446

۵۶۔ Ronald Angel and jacqueline Lowe Worobey,1988.(Single Mother- hood, and childrens Health journal of Health and social behaviour 29:38-52.

۵۷۔ ☆ سوتیلے رشتوں کے ساتھ رویوں میں کس قدر خرابی پیدا ہوتی ہے۔

Alan Booth and Judy Dunn (eds) Stepfamilies: Who Benefits, Who Does Not? (Hillsdale, NJ: Lawrence Erlbaum Associates): 97-106

ایسی نو عمر لڑکیاں اور نوجوان عورتیں جن کے والدین میں طلاق ہوگئی تھی ان کے ہاں ناجائز بچوں کی پیدائش تین گنا زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت ان لڑکیوں اور نوجوان عورتوں کے، جن کے والدین شادی شدہ حالت میں رہے۔ ۵۸

دونوں والدین کے ہمراہ رہنے والی 15 سال سے کم عمر کی دس لڑکیوں میں سے صرف ایک لڑکی نے جنسی تعلقات قائم کر لیے۔ بہ مقابلہ ان 20 فیصد لڑکیوں کے جو ملے جُلے خاندان میں پرورش پا رہی تھیں۔ ''اکیلی ماؤں'' والی 23 فیصد اور ''اکیلے والد'' والی 27 فیصد لڑکیوں نے اس عمر میں جنسی تجربے کر لیے۔ ۵۹

طلاق گوناگوں طریقوں سے ٹیکس دہندگان پر بھاری بوجھ ڈالتی ہے۔

سماجی اور انسانی سرمائے کا ایک بے مثل سرچشمہ

شادی شدہ بالغ طویل، صحت مند اور خوشحال زندگی گزارتے ہیں، بہ نسبت ان لوگوں کے جو شادی نہیں کرتے اور اگر کرلیں تو اس پر قائم نہیں رہتے۔ یہ کوئی وقتی اختراع نہیں، یہ ایک باضابطہ رشتہ ہے، جو لوگ اسے قائم رکھتے ہیں وہ بہتر زندگی کا راستہ اختیار کرتے ہیں، یہ انہیں خوشحال بنانے کے علاوہ انہیں جذباتی اور مالی استحکام بھی بخشتی ہے جس سے وہ ایک زیادہ مربوط معاشرتی نظم کا حصہ بنتے ہیں۔ اس سے ان میں وسائل کے بہ کفایت استعمال کا شعور، والدین بننے کی صلاحیت اور منظّم زندگی گزارنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ ۶۰

شادی دولت کو تحفظ دینے اور سماجی سرمایہ بڑھانے میں بھی مدد دیتی ہے۔ کسی بھی سطحِ آمدنی پر شادی شدہ بالغوں کا مالی پریشانیوں میں مبتلا ہونے کا امکان کم ہوتا ہے۔ جتنے بھی زیادہ عرصے تک ان کی شادی برقرار رہے، ان کے پاس اتنی ہی دولت اکٹھی ہوتی رہتی ہے۔ جبکہ بغیر شادی جنسی تعلقات کی طوالت کا دولت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ غیر رسمی پارٹنرز جنہیں معاشرہ مالی طور پر ایک دوسرے کے سامنے جوابدہ تسلیم نہیں کرتا، انہیں وہ فوائد میسر نہیں ہوتے جو قانونی طور پر شادی شدہ لوگوں کو حاصل ہو جاتے ہیں۔ ۶۱

جب امریکنوں کو طویل اور صحت مند زندگی پانے میں مدد پانے کا معاملہ ہو تو شادی اس میں بھی بہت مفید کردار ادا کرتی ہے۔ ایک ادب پارے میں کہا گیا ہے کہ ''شادی شدہ لوگوں کے مقابلے میں غیر شادی شدگان میں شرحِ اموات کافی زیادہ۔ ۶۲

۵۸۔ Andrew j.Cherlin ,et al 1995.(Parental divorce in child hood demographic out comes in young Adulthiood.)Demographic:32:299-318

۵۹۔ Robert L. Fllewelling and karl Em, Bauman 1990.(Family structure as a predictor of initial substance use, and sexual Intercource in early adolscence .Journal of marriage and the family.52:171-181

۶۰۔ Waite and Gallagher, (in press) 2000. The Case for Marriage: Why Married People are Happier, Healthierk; and Better-Off Financially (New York: Doubleday).

۶۱۔ Lingxin Hao, 1996. " Family Structure, Private Transfers, and the Economic Well-Being of Families with Children" Social Forces 75:269-292

۶۲۔ Catherine E.Ross John Mirowsky and Karen Gold steen 1990.(The Impact of the family on Health.)Decade in Review" Journal of Marriage and the Family 52:1059-1078.

عورتوں میں تقریباً 50 فیصد زیادہ اور مردوں میں 250 فیصد زیادہ ہے''۔ شادی ڈیپریشن، خودکشی، نشے کے استعمال (بشمول الکوحل) کے واقعات میں کمی لاتی ہے۔ایک طویل تحقیق سے جو 13000 امریکیوں پر کی گئی اور اس پر پانچ سال لگے۔ پتہ چلا کہ ابتدائی ذہنی حالت کو کنٹرول میں لانے کے بعد تنہا رہنے والے افراد (جن میں کبھی شادی نہ کرنے والے، علیحدگی لے لینے والے، طلاق یافتہ عورتیں، بیوگان اور رنڈوے شامل تھے) کی ذہنی سطح ان لوگوں کے مقابلے میں کافی حد تک گر گئی تھی جو شادی کرنے کے بعد اس پر قائم رہے۔[۶۳]

اس طرح جن کمیونٹیز میں صحت مند شادیاں کر کے رہنے کا رواج نہیں وہاں کے بالغ اور بچے، دونوں دائمی نقصانات سے دوچار رہتے ہیں۔

وفاداری کا صرف حقیقت پسندانہ وعدہ

اگرچہ جنسی رفاقت والے جوڑے بالآخر رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جاتے ہیں لیکن ان کی طویل رفاقت کے واقعات بہت کم دیکھنے میں آسکے ہیں۔ایسے دس ''رفقا'' میں سے صرف ایک جوڑا پانچ سال بعد اکٹھا دیکھا جا سکا ہے۔[۶۴]

اس کے برعکس پہلی بار رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے والوں میں سے 80 فیصد پانچ سال بعد ہنسی خوشی زندگی گزارتے دیکھے گئے ہیں۔[۶۵]

اور اگر موجودہ شرح طلاق برقرار رہے تو پہلی بار شادی کرنے والی دس نوجوان عورتوں میں سے تقریباً چھ زندگی بھر کے رشتے میں منسلک رہیں گی۔[۶۶]

شادی کی دستاویز محض ''ایک کاغذ کا ٹکڑا'' نہیں ہوتی اور شادی کے متبادل طریقے ''اتنے اچھے بھی نہیں'' ہوتے کہ وہ دیرپا محبت کے رشتے بن سکیں۔ایک برطانوی تحقیق بتاتی ہے کہ حیاتیاتی والدین جو شادی کر لیں ان کے دوسال بھی آپس میں منسلک رہنے کا امکان ان حیاتیاتی والدین سے تین گنا زیادہ ہوتا ہے جو محض جنسی رفیق کار رہے ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ

۶۳۔ Nadine F.Marks and james D.lambert,1998 .(Marital status continuity and change among young and Midlife Adults : Longitudinal effects on phsycology wellbeing Journal .White and Howell white 1996. Journal of family issues 19:652ff. Mental health through out the Life course.American Sociology review 63: 239 ff.

۶۴۔ L-Bumpass and H.Lu -1999. (Trends in cohabitation and Implicants for childrens Family context in the U.S .CDE working paper No. 98-15 (Madison ,WI:Centre for demography and Ecology, University of Wisconsin Madison.)ج

۶۵۔ Joyce C,Abma et,al 1997.(Fertility family planning and Womens Health : New data from the 1995 National Survey of family growth. National centre for health Statistics.23(19)

۶۶۔ U.S Bureaue of the Census 1992. (Marriage, Divorce, and Remarriage in the 1990s. Current population report pg:23(180)(Washington D.C : US Government Printing ffice)

افراد کو شادی کرنے یا نہ کرنے کی پوری آزادی حاصل ہوتی ہے مگر اس رشتے کو زندگی بھر کے عہد میں بدلنے سے پہلے ان کے خاندانوں، ان کے ہم مذہب لوگوں، قانون اور معاشرے کو ان کی شادی کو خصوصی حیثیت دینی پڑتی ہے۔

تحریک شادی کے فروغ کے شواہد

کیا عوام اس کو اہمیت دیتی ہے؟

تحریک شادی واضح طور پر فروغ پا رہی ہے؟ قائدینِ معاشرہ شادی کو استحکام بخشنے کے لیے نئی پیش قدمیوں کو منظم کر رہے ہیں۔ ان میں ذیل کے واقعات خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

میرج ایجوکیشن کی تحریک:

'اتحاذ برائے شادی خاندان اور جوڑوں کی 'سمارٹ میریجز' کانفرنس جس نے میرج موومنٹ کے تمام شعبوں کے قائدین کو اکٹھا کیا، اس میں سیکولر، مذہبی، اہل علم اور پبلک پالیسی سیکٹرز سب کی نمائندگی تھی۔ اس کے شرکا کی تعداد جو 1997ء میں تھی 1999ء میں 1200 ہوگئی۔ یہ 'اتحاذ میڈیا، قانون سازوں اور کمیونٹی ناظمین کے انفارمیشن کلیئرنگ ہاؤس کی خدمات انجام دیتا ہے۔ اس کا 'ای نیوز لیٹر' ہزاروں میرج ایجوکیٹرز پادریوں، کونسلروں، معالجوں، صحافیوں، قانون سازوں فیملی لائرز اور میرج موومنٹ کے دیگر قائدین کو بھیجا جاتا ہے۔ اس کے پروگراموں (www.smartmarriages.com) کی ڈائریکٹری جو 1997ء میں 15 تھی وہ 2000ء میں 140 ہوگئی۔ سمارٹ میریجز کانفرنس ہر سال تقریباً 400 میریج ایجوکیٹرز کو تربیت دیتی ہے جن کا تعلق ''قبل از اور بعد از'' کانفرنس انسٹی ٹیوٹس سے ہے۔[۶۷]

☆ منیسوٹا اور یُوٹاہ میں ''نیو کمیونٹی میریج ادارے'' نے ازدواجی زندگی کے لیے رہنمائی کے بارے میں کانفرنسوں کی میزبانی کی تاکہ معالجوں ماہرین تعلیم اور پادریوں کو شادیوں کی تیاری کی تازہ ترین تیکنیک کی تربیت دی جا سکے۔ مثال کے طور پر ''منیسوٹا میریج ادارے'' کے مقاصد میں لوگوں کو عمر بھر کے لیے کامیاب شادیوں کے لیے کمیونٹی سپورٹ کا حوصل شامل ہے۔ فلاڈلفیا میں فیملی ریلیشنز کونسل کے بھی کم وبیش یہی مقاصد ہیں جن کے بارے میں پادریوں، دماغی صحت کے شعبے کے ماہرین، کونسلرز، سوشل ورکرز، فیملی لائف ایجوکیٹرز، بزنس لیڈرز، اٹارنیز، ججز اور فیملی ایڈووکیٹس میں شعور بیدار کرتا ہے۔

☆ افریقین امریکن فیملی لائف ایجوکیشن پروگرام، یہ انڈیانا یونیورسٹی سکول آف سوشل ورک اور اس کے کمیونٹی پارٹنرز کے ساتھ ایک مشترک منصوبہ ہے، اس کا مقصد خاندانوں کے استحکام کے لیے مناسب ماحول پیدا کرنا اور انہیں ضروری کاموں سے آگاہی، مختلف فنون کی تربیت دینا صحیح طرز عمل سکھانا اور سماجی قدروں کا احساس اجاگر کرنا ہے۔ ان میں ایک پروگرام AAME ہے جو سات ہفتوں کے دورانیے میں مردوں اور خواتین کو وفادارانہ رشتوں کی افادیت سے مطلع کرتا ہے، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ ''افریقن امریکن میریج انرچمنٹ'' پروگرام

۶۷۔ Thomas G.O Connor et al, 1999. frequency and predictors of relationship dissolution in community sample in england. (journal of family phsycology.13(3) 436-449

ہے۔۶۸؎ جوان لوگوں کے مخصوص مزاج اورضرورتوں کو سامنے رکھ کر وضع کیا گیا ہے۔

ورجینیا کی چیسٹر فیلڈ کاؤنٹی کو یہ اوّلین اعزاز حاصل ہوا ہے کہ اس نے ''میرج ایجوکیشن کورسز'' کے لیے مالی اعانت اور فنی مدد فراہم کی ہے۔ کاؤنٹی مینٹل ہیلتھ کلینک کے ایک ڈائریکٹر پیٹ کولن نے طلاقوں کے متعدد واقعات کے مشاہدے سے حاصل شدہ تجربے کی روشنی میں یہ پروگرام منعقد کرایا ہے۔

☆ جارجیا کی ''کوب'' کاؤنٹی کے عدالتی ورکرز ''عدالتی طلاق'' کے غم ناک انجام سے متاثر ہوکر ''چار گھنٹوں پر مشتمل میرج ایجوکیشن کورس'' جاری کر دیا۔ اس کے معلّمین نے رضا کارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کیں اور جیوری کے ارکان نے اپنے اعزازیہ میں سے رقم عنایت کی۔

☆ امریکی فوج نے حال میں دنیا بھر میں اپنے فوجی اڈوں پر ''میرج ایجوکیشن سکلز'' سے آگاہی کے پروگرام شروع کر دیے۔ ان کا عنوان ''پیئرز اینڈ کپلز کمیونیکیشن'' ہے۔۶۹؎

☆ متعدد امریکی ہسپتالوں نے اپنی چائلڈ برتھ کلاسز میں 'میرج ایجوکیشن' کا اضافہ کر دیا ہے۔ جنہیں Becoming Parents Program کہا جاتا ہے۔ یہ پروگرام یونیورسٹی آف واشنگٹن میں 'پام جارڈن' نے وضع کیا ہے۔

☆ 1999ء میں ''ٹیکساس ایسوسی ایشن فار میرج اینڈ فیملی تھراپی'' نے ایک وائیٹ پیپر شائع کیا جس میں ریاست سے کہا گیا ہے کہ وہ 'موثر ریلیشن شپ اینڈ میرج سکلز' کے لیے فنڈز فراہم کرے اور میرج لائسنسوں کے اجرا سے قبل میرج ایجوکیشن کے پروگراموں میں شرکت لازمی قرار دے۔

☆ اوکلاہاما، فلوریڈا، منی سٹا، میری لینڈ، اریزونا، نیومیکسیکو، ٹیکساس، مشی گن اور دیگر ریاستوں نے شادیوں کی تیاریوں کے کورسز میں شرکت کی ترغیب فراہم کرنے کے لیے شرکا کو میرج لائسنسوں کی فیس میں ڈسکاؤنٹ اور دیگر ٹیکس مراعات دینے کا قانون بنا دیا ہے اور بعض ریاستیں ایسی قانون سازی پر غور کر رہی ہیں۔

ایمانیات پر مبنی تحریک شادی

خادمین کلیسا کی شادی بچاؤ مہم، 'میرج سیورز' نے جس کے سربراہ ہیریٹ اور مائیک میکمنس ہیں، 125 شہروں میں 5500 پادریوں اور دیگر عملہ کلیسا کے ساتھ تعاون کر کے ''کمیونٹی میرج پالیسیز اینڈ کوونٹس'' کا بندوبست کیا ہے۔ ان پروگراموں کے تحت جوڑوں کو شادی سے قبل چار ماہ کے تیاری کے کورس کرائے جاتے ہیں اور ان کو شادی کے بندھنوں کا احترام کرنے کی تربیت اور ان بندھنوں کو قبول کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ ان پروگراموں میں ''میرج اینکاؤنٹر'' یا ''فیملی لائف ویک اینڈز'' یا ''ریٹروویل'' جیسی مہمات بھی شامل ہیں۔۷۰؎

ان میں سوتیلے ارکانِ خاندان سپورٹ گروپس، جوڑوں کو شادی کے دائرے میں آنے کی ترغیب دینے والے گروپس، نئے شادی شدگان اور بگڑتی ہوئی شادیوں کو سہارا دینے والے گروپس بھی شامل ہیں۔ ایسی ایک نگران وزارت بھی بنی ہے جس کے روحِ رواں ریورنڈ اینڈ مسز ڈک میک گنیز ہیں، یہ سابقہ بگاڑ کے شکار جوڑوں (جیسے Alcoholies

۶۸۔ For Information:www.aafle.org

۶۹۔ .www.smartmarriages.com

۷۰۔ www.retrouvalle.com.

Anonymous) پر نظر رکھتی ہے۔ اس نے اب تک کم و بیش 90 فیصد بگڑتی ہوئی شادیوں کو سنبھالا دیا ہے [۷۱]۔

☆ چھ اپریل 2000ء کو عالمگیر عیسائی اتحاد کے زیر اہتمام نیشنل کونسل آف چرچز، دی ساؤدرن بیپٹسٹ کنونشن، دی یو ایس کیتھولک چرچ اور دی نیشنل ایسوسی ایشن آف ایونجیکلز کے رہنماؤں کے اجلاس میں شادی کو فروغ دینے کے لیے اکٹھے ہو کر کام کرنے کا عہد کیا گیا۔ ان مساعی میں 16 علاقائی کانفرنسیں بھی شامل ہیں جن میں مختلف مسیحی تنظیموں سے تعلق رکھنے والے بشپ کی سطح کے مذہبی رہنما شریک ہوئے علاوہ ازیں شادی کو مضبوط بنانے کے لیے ایک مشترک مقاصد پر مبنی بیان جاری کیا گیا، مسیحی تشہیری مہم کا آغاز کیا گیا تاکہ شادیوں کو فروغ دیا جا سکے، اور ''ورلڈ میرج ڈے'' کی توثیق کی گئی۔

☆ 1999ء میں ایک نئی غیر سیاسی، چرچ پر مبنی ''کوینٹ میرج موومنٹ'' (''پرامز کیپرز'' کی کامیابی کی طرز پر) شروع کی گئی جس میں 35 نیشنل کرسچین آرگنائزیشنز شامل تھیں ان کا مجموعی حلقۂ انتخاب تین کروڑ 10 لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ اس تحریک نے بڑے بڑے شہروں میں کانفرنسیں منعقد کرنے کا منصوبہ بنایا تاکہ شادی شدہ جوڑوں کو خدا کے روبرو، ایک دوسرے اور خاندانوں کے سامنے از سرِ نو حلف پر دستخط کرنے پر آمادہ کیا گیا کہ ہم اپنے ازدواجی بندھنوں کو توڑیں گے نہیں بلکہ مضبوط کریں گے۔

سکالرز میرج موومنٹ

دس سال سے کچھ زائد عرصہ ہو گیا ہے کہ اہم فیملی سکالرز کی ایک بڑی تعداد نے طلاق اور بغیر شادی ولادت کے نقصان دہ نتائج کے بارے میں نئی شہادت کی روشنی میں اپنے پہلے والے خیالات میں ترمیم کر دی ہے۔ "In Second Chances" (ٹکنور اینڈ فیلڈز، 1990) "The Good Marriage" (ہوٹن مفلن 1995) اور "The Unexpected Legacy of Divorce" (ہائپرین، ستمبر 2000) کے حوالے سے جوڈیتھ ولرسٹین نے قوم کو بچوں کے لیے طلاق کے دور رس نتائج کی طرف متوجہ کیا ہے۔ سارہ میکلا نہان اور گیری سنڈیفر نے "Growing up with a single parent" (ہارورڈ یونیورسٹی پریس 1994ء) میں، الن بوتھ نے "A Generation at Risk" (ہارورڈ یونیورسٹی پریس 1997) اور لنڈا جے ویٹ اور میگی گلاغر نے "The Case for Marriage" (ڈبل ڈے اکتوبر 2000ء) میں اسی مسئلے پر اظہار تشویش کیا ہے۔

دیگر محققانہ کاوشوں کی تفصیل یہ ہے:

☆ مئی 1995ء میں 'دی کونسل آن فیمیلز' نے جو فیملی سکالرز اور مصنفین کا ایک بے تعصب گروپ ہے Marriage in America: A Report to the Nation جاری کی جس میں انہوں نے ایسے بچوں کا تناسب بڑھانے پر زور دیا ہے جو اپنے دو شادی شدہ والدین کے ساتھ بڑے ہوئے ہوں اور ان کا تناسب کم کرنے پر زور دیا ہے جو اسے ماحول میں نہ پل سکے ہوں، اس کے لیے انہوں نے نئی حکمت عملی اپنانے کی سفارش کی ہے۔

☆ نومبر 1996ء میں ''دی کمیونیٹرین نیٹ ورک'' نے ایک ''کانفرنس آن کمیونیٹرین پرو فیمیلز پالیسز'' کے انعقاد کا

۷۱۔ www.marriagesavers.org.

انتظام کیا جس میں مقررین نے شادی کو مضبوط نانے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے میرج ایجوکیشن پر خصوصی توجہ دینے کی سفارش کی۔ علاوہ ازیں چرچ کے کردار پر بھی روشنی ڈالی گئی کہ وہ شادی کے رشتوں کے استحکام کے لیے موثر کام کر سکتا ہے۔۷۲

☆ 1997 میں ڈیوڈ روپنو اور باربرا ڈیفو وائیٹ ہیڈ نے رٹجرز یونیورسٹی میں ریسرچ پر مبنی ''نیشنل میرج پروجیکٹ'' پیش کیا۔ اس کی رپورٹوں کا عنوان "The State of our unions: The Social Health of Marriage in America" ہے، یہ ہر سال جاری کی جاتی ہیں اور انہیں پریس کی طرف سے کافی توجہ ملتی ہے۔۷۳

☆ جون 1997ء میں ''دی فیملی امپیکٹ سیمینار'' نے واشنگٹن ڈی سی میں ماہرین اور پبلک افسران کی دو روزہ گول میز کانفرنس کرائی جس کے نتیجے میں یہ رپورٹ سامنے آئی: "Toward more perfect unions: putting Marriage on the public Agenda" اس میں وفاقی حکومت اور کلیدی قومی تنظیموں'' پر زور دیا گیا کہ ''شادی کو ترجیح دی جائے''۔۷۴

☆ سارہ میکلاہان او راورنگ گارفنکل نے ایک بڑی اہم تحقیق کی جسے "The Fragile Families and Child Well being survey" کا عنوان دیا گیا، یہ سروے 20 امریکی شہروں میں کم آمدنی والے جوڑوں کے حالات دریافت کیے گئے اور غریبوں میں شادی اور آزادانہ جنسی تعلقات کے بارے میں معلومات میں وسیع اختلافات پائے گئے۔ ۷۵

☆ دیگر عالمانہ کاوشوں میں ڈوکین یونیورسٹی کا فیملی انسٹی ٹیوٹ، یونیورسٹی آف ورجینیا کا سنٹر فار چلڈرن فیمیلز اینڈ لاء اور گریٹن یونیورستی کا سنٹر فار میرج اینڈ فیملی شامل ہیں۔ 1998ء میں نیشنل انسٹی ٹیوٹ فار ہیلتھ کی کانفرنس آن میرج اینڈ فیملی فارمیشن منعقد ہوئی جس کے نتیجے میں "The Ties that Bind: Perspectives on Marriage and Cohabitation" نامی کتاب ظہور میں آئی۔

☆ نیو میرج ریسرچ لیبارٹریز قائم ہوئیں جو یونیورسٹی آف واشنگٹن ہاورڈ کے جان گاٹمین کی ہدایت کی روشنی میں بنیں، یونیورسٹی آف ڈینور میں ہاورڈ مارکمین اور سکاٹ سٹینلے، UCLA میں اینڈ ریو کرسٹینسن اور تھامس بریڈ بری، یہ بھی میرج ایجوکیشن اور تھریپی زیادہ سائنٹفک بنیادوں پر کر رہی ہیں۔

☆ 2000ء میں اوکلاہامہ سیٹیٹ یونیورسٹی میں پہلا اقامتی سکول قائم ہوا جس نے ریاست میں شادی اور طلاق کے رجحانات پر بنیادی نوعیت کی ریسرچ جاری رکھی ہوئی ہے۔

۷۲۔ www.gwu.edu./ccps ۷۳۔ http://marriage.rutgers.edu

۷۴۔ Theodra Ooms,1998.Toward more perfect Unions:Putting Marriage on the Public Agenda (Washington,D.C:Family Impact Seminar)

۷۵۔ http// opr.princeton.edu/crcw/ff

☆ یونیورسٹی آف شکاگو ڈیوینٹی سکول میں مذہب، کلچر اور فیملی پروجیکٹ، جو ڈان ایس براؤننگ کی زیرنگرانی کام کر رہا ہے، مین لائن کی پروٹسٹنٹ میرج کی تحقیق اور روایات کی بحالی میں مصروف ہے۔ اس پروجیکٹ کی مطبوعات میں ڈان ایس براؤننگ، بونی جے ملر میکلمور، پامیلا ڈی کورچر، کے برائنوف لیون اور رابرٹ فرینکلن کی "From Culture Wars to Common Ground: Religion and Family Debate"، میکس ایل سٹیک ہاؤس کی "Covenant and Commitment" اور جان ویٹ جونیئر کی "From Sacrament to Contract" شامل ہیں۔

☆ واشنگٹن ڈی سی بیسڈ کپلز اینڈ میرج پالیسی ریسورس سنٹر نیشنل، سٹیٹ اور کمیونٹی لیڈرز کو شادی کے استحکام کے سلسلے میں فنی امداد اور مشاورت فراہم کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ یہ سنٹر کم آمدنی اور ویلفیئر پاپولیشنز والی Two-parents families پر خصوصی توجہ دے رہا ہے۔ ۷۶

''میرج فیملی فادرھڈ'' تحریک:

☆ ''شادی پر مبنی ولدیت'' نامی تحریک کا آغاز ہوا تو اسے کافی پذیرائی حاصل ہوئی، لوگوں نے غیر حاضر باپوں والے خاندانوں کو بڑھتے ہوئے اخراجات کا احساس دلانا شروع کیا اور شادیوں کو مستحکم کرنے کی ضرورت اور بدستور والد کی نگرانی کی اہمیت سے آگاہ کرنے کی مہم چل پڑی۔ ''دی نیشنل فادر ہڈ انیشیٹو'' (NFI) اس موضوع پر میڈیا مہم چلا رہی ہے اور اسے گورنروں اور میئروں کا تعاون حاصل ہو رہا ہے۔ اس کو اپنے پروگراموں میں ''نیشنل انسٹی ٹیوٹ فار فادر ہڈ اینڈ فیملی ریوٹیلائزیشن'' میں چارلس بلارڈ کی سرپرستی بھی ملتی ہے۔

☆ نومبر 1998ء میں دی ''مور ہاؤس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ'' نے مور ہاؤس کانفرنس برائے افریقن امریکن فادرز منعقد کرائی جس کے لیے جزوی طور پر فورڈ فاؤنڈیشن نے بھی مالی اعانت دی۔ اس کے نتیجے میں 1999ء میں ایک مشترکہ بیان جاری ہوا جس کا عنوان تھا "Turning the Corner on Father Abscence in Black America" اس پر افریقن امریکن سکالرز اور ریفارمرز کا متفق ہونا خاص طور نمایاں تھا۔ اس میں منجملہ دیگر باتوں کے یہ فقرہ بھی تھا...... ''فادر ہڈ موومنٹ کا کلیدی مقصد شادیوں کی حوصلہ افزائی اور صحت مند شادیوں کو برقرار رہنے میں مدد کرنا ہے''۔ ۷۷

سکولوں میں شادی کی تحریک

☆ 1998ء میں فلوریڈا اوّلین ریاست تھی جس نے تمام پبلک اور پرائیویٹ سکولوں میں شادی اور باہمی تعلقات کے طور طریقوں کی تربیت دینے کا اہتمام کیا۔

☆ کم از کم 35 ریاستوں کے 1000 سکولوں نے شادی کی تعلیم، آدابِ زندگی، فیملی لائف، ڈومیسٹک سائنسی، ہیلتھ،

۷۶۔ www.clasp.org

۷۷۔ Available online at www.americanvalues.org

نوعمری کے حمل، اور امتناعِ حمل کی کلاسیں جاری کر دی ہیں۔ ۷۸

قوانین طلاق کی اصلاح کی تحریک

☆ نئی تحقیق نے شادی پر بلا قصور طلاق کے اثرات کا از سرِ نو جائزہ لینے کی ضرورت محسوس کرا دی ہے۔ اس پر سکالرز کے درمیان بحث تو جاری ہی تھی تو نئی تحقیق سے پتہ چلا کہ 1968 اور 1988ء کے درمیان یکطرفہ طلاق نے بجائے خود طلاق کی شرحوں میں 17 فیصد اضافہ کر دیا۔ ۷۹

☆ 1997ء میں لوزیانا پہلی ریاست بنا اور 1998 میں اریزونا دوسری ریاست بنا، جنہوں نے معاہداتی قوانینِ شادی منظور کر لیے، جن کے تحت ایک جوڑے کو "بلا قصور قوانینِ طلاق" سے احتراز کرنے کا اختیار حاصل ہو گیا اور یہ اختیار بھی مل گیا کہ وہ واجب التعمیل تیاری شادی اور مشاورت شادی میں شرکت کرے۔ پچھلے دو برسوں میں معاہداتی قوانینِ شادی کا بل 20 ریاستوں میں پیش ہو چکا ہے۔ ۸۰

☆ حالیہ مجوزہ قانونی اصلاحات میں یہ باتیں شامل کر لی گئی ہیں کہ فریقین بلا قصور طلاقیں نہیں دیں گے یا جب ان کے بچے ہو چکے ہوں یا کوئی ایک فریق اعتراض کرنا چاہے تو عرصۂ انتظار کو طویل کر دیا جاتا ہے۔ ۸۱

☆ نئے قوانین اور (یا) عدالتی احکامات کے تحت "میرج فرینڈلی"، "طلاقِ ثالثی" اور "تعلیم طلاق" کے ذریعے اصلاحات کی جا رہی ہیں اب تقریباً نصف امریکی کاؤنٹیز میں عدالتی حکم پر "تعلیمِ طلاق" یا "طلاقِ ثالثی" کا طریقہ اختیار کیا جا رہا ہے۔ ۸۲

لیکن ان میں سے زیادہ تر کا مقصد طلاقوں کو زیادہ جلدی اور بلا تلخی انجام تک پہنچانا ہوتا ہے۔ نئے اقدامات میں دو مقاصد شامل کیے گئے ہیں، اولاً فریقین کو طلاق کے خطرات کی حقیقت پسندانہ تصویر دکھا کر مصالحت پر آمادہ کرنا اور ثانیاً دوبارہ طلاق کی نوبت آنے سے بچنے کی تعلیم دینا۔ ۸۳

۷۸۔ Major high school marriage skills curicula currently in use include: Connections, partners, Free Teens relationship training. The Art of loving well,building relationships and peers.

۷۹۔ Leora friedberg 1998..Did divorce rates ? Evidence from panel data American Economic Review. 88:608-627.Alan M.Parkman 1998Why are married women working so Hard? International review of law and economics 18 (1) :41.

۸۰۔ Lynn D. Wardle 1999.Divorce reform at the turn of Millennium: Certainties and possibilities.Family law quarterly 33:78ff

۸۱۔ For Up-to-date information on pending divorce Law reforms as well as model legislation .Americans for divorce reforms website: www.divorceform.org.

۸۲۔ M.J,Geasler,M.J and K.R.Blaisure,1999.1998 Nationwide survey of Court-Connected divorce education programms(Family & Concillation Court Review,37:36-63. 70.2000. Marriage Policies cause Community Controversy,The Detroit News (May4, 2000)

۸۳۔ Kara G. Morrison, 2000. Marriage Policies Cause Community Controversy" The Detroit News (May4). Available online at http://www.detnews.com/features/index.htm

گورنروں کی تحریک شادی

☆ 1999ء میں دو ریاستوں ......ارکنساس اور اوکلاہاما کے گورنروں نے عوامی سطح پر اعلان کیا کہ ان کی انتظامیہ شرحِ طلاق میں 30 سے 50 فیصد تک کمی کر دے گی۔ اور یہ کہ یہ ان کی انتظامیہ کا اہم ترین مقصد ہوگا۔

☆ 1999ء میں اوکلاہاما کے گورنر فرینک کیٹنگ نے ''گورنر اینڈ فرسٹ لیڈیز کانفرنس'' برائے شادی بلائی جس میں بزنس، چرچز، سوشل سروسز، ایجوکیشنل اور میڈیا کے لیڈرز کو بھی مدعو کر لیا گیا تا کہ طلاقیں کم کرنے کے لیے ایسا لائحہ عمل اختیار کیا جا سکے جس سے قومی سطح پر یکساں پالیسی وضع کرنے میں ملتی ہو۔

مارچ 2000ء میں گورنر کیٹنگ نے اس کے نتیجے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ پہلے قدم کے طور پر ایک کروڑ ڈالر کا منصوبہ بنا لیا گیا ہے جس میں ریاست کے غیر صرف شدہ بہبود فنڈ کا 10 فیصد حصہ بھی شامل کیا جائے گا اس طرح ایک عارضی امداد برائے ضرورت مند فیمیلز (TANF) وجود میں آ جائے گا جسے طلاقوں کی شرح کم کرنے اور شادیوں کو مستحکم بنانے پر خرچ کیا جائے گا۔ اس پروگرام میں کمیونٹی میریج اقرار نامے، میرج ریسوس سنٹرز کا قیام، سروس ڈیلیوری سسٹم برائے میرج سکلز ٹریننگ اور ایک پبلک انفارمیشن مہم شامل ہے جس سے طلاق کے کلچر کو تبدیل کرنے کا عزم کیا گیا۔ اس سلسلے میں سوشل سروس کیس ورکرز، پبلک ہیلتھ نرسز، کونسلرز اور ایجوکیٹرز کو شادیوں کے فروغ کی تربیت دی جائے گی۔ گورنر نے سٹیٹ ایجنسز سے بھی کہا کہ وہ ''میریج نیوٹرل'' یا ''میرج فرینڈلی پالیسیاں وضع کریں۔ مثال کے طور پر سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ آف ہیومن سروسز نے حال ہی میں ''یکجا رہنے'' والے دونوں مرد وعورت (بشمول شادی شدہ جوروں) کی آمدنیاں شمار کر کے ان کے استحقاقِ اعانت کا تعین کریں، اس طرح غیر رسمی ملاپ کے لیے مالی ترغیبات کا عنصر باقی نہیں رہے گا۔

☆ 1998ء میں فلوریڈا کے گورنر لیوئن چائیلز نے ''دی فلوریڈ میریج پری پیریشن اینڈ پریزرویشن ایکٹ 1998'' پر دستخط کر دیے جس سے آدابِ شادی ہائی سکولوں کے نصاب کا حصہ بن گیا۔ 1999ء میں اس کے جانشین جیب بش نے ''کمیونٹی میریج پالیسی'' پر دستخط کرنے والے پہلے گورنر کی حیثیت حاصل کر لی۔

☆ 1998ء میں یوٹاہ کے گورنر مائیکل لیویٹ نے گورنر کا کمیشن برائے شادی تشکیل کیا اور اسے اپنی ریاست میں شادیوں کو مستحکم بنانے کی تدابیر کرنے اور ان کے مطابق پروگرام وضع کرنے کی ہدایت کی۔ اسی طرح شادی کانفرنس منعقد کی گئیں جن میں بزنس، ہیلتھ کیئر، ایجوکیشن، کونسلنگ، کلرجی، سوشل ورک، میڈیا اور میرج ایجوکیشن کے سٹیک ہولڈرز کو جمع کیا گیا، اس قسم کی کانفرنسیں اوکلاہاما، ارکنساس، کنساس، نیومیکسکو اور آئیوا سمیت متعدد دیگر ریاستوں میں بھی ہوئیں۔ جن میں طلاقوں کی شرح کم کرنے اور شادیوں کو مستحکم بنانے کی تدابیر کی گئیں۔

☆ 1998ء اور 1999ء میں تین ریاستوں......لوزیانا، یوٹا اور نارتھ کیرولینا کے گورنروں نے شادی کے اعلامیوں پر دستخط کر کے مفاد عامہ کے لیے ان کی اہمیت کو تسلیم کیا۔

☆ اپریل 2000ء میں گورنر اریزونا جین ہل نے ایک نئے شادی منصوبے پر دستخط کیے (جس کی تجویز مارک اینڈ رسن نے پیش کی تھی)، اس کے لیے دس لاکھ ڈالر مخصوص کیے گئے جو کمیونٹی کی بنیاد پر شادی کے تعلیمی کورسز کرانے پر

خرچ کیے گئے، کم آمدنی والے طبقوں کی کلاسز کے لیے 75 ہزار ڈالرز کی امداد دی گئی اور 5 لاکھ ڈالر شادی کی تحریک کے لیے میڈیا مہم پر خرچ ہوئے۔

☆ 1999ء میں گورنر ٹیکساس جارج ڈبلیو بش نے ایک بل پر دستخط کر کے شادی لائسنس فیس میں 5 ڈالر کا اضافہ کر دیا تاکہ شادی کی تعلیم پر مبنی رسالے چھاپے جا سکیں جو شادی کا ارادہ کرنے والوں میں تقسیم کیے جا رہے ہیں، اسی فنڈ میں سے قبل از شادی آگہی اور ازدواجی تحقیق پروگراموں کی مدد کی گئی۔ اس کے علاوہ یہ بل کاؤنٹی کلرکوں کو شادی سے قبل تربیت کرنے والوں کا ایک رجسٹر رکھنے کے پابند بناتا ہے۔ اس طرح شادی کے خواہش مندوں کی پیشگی تربیت ہو جاتی ہے۔

دیگر ریاست پروگراموں میں یہ امور شامل ہیں:

☆ ورجینیا میں پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کے منصوبوں کو وسعت دے کر نوعمری کے حمل کے پروگراموں میں بیس سال سے زائد عمر کی عورتوں کے ناجائز بچوں کی تعداد کم کرنے کا مقصد بھی شامل کر دیا گیا۔ اس قسم کی مساعی اس امر کا اعتراف ہے جیسا کہ ازابیل ساہل نے لکھا ہے ''خاندانوں کو ٹوٹنے سے بچانے کے عزائم کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ نوعمری میں بچے پیدا کرنے اور شادی کے دائرے سے باہر بچوں کو جنم دینے کی ہر ممکن حوصلہ شکنی کی جائے۔ نوعمری میں بچوں کو جنم دینا، خواہ وہ شادی کے دائرے کے اندر ہو، اعلیٰ تعلیم کے بڑھتے ہوئے تقاضوں کے لیے ورکرز کی کفایت شعاری کی ضرورتوں کو نقصان پہنچاتا ہے جبکہ اس امر کی شہادتیں بھی مل چکی ہیں کہ کم عمری کی شادیاں بہت غیر مستحکم ہوتی ہیں۔ مگر ہمیں یہ بات بھی تسلیم کرنی چاہیے شادی کا بریک ڈاؤن بچوں کی پرورش کے سیاق و سباق میں ہماری سوسائٹی کے لیے اس لیے بھی خطرناک ہے کہ جس نوعمری میں بچے پیدا ہونے لگتے ہیں وہ اس کے لیے مناسب عمر نہیں ہے''۔[۸۴]

☆ وسکانسن میں مصنفہ نے "TANF" فنڈز کا بچا ہوا حصہ ایک نئے کمیونٹی میرج پالیسی پروجیکٹ کے قیام کے لیے دے دیا تاکہ پادریوں کے حلقہ کے ارکان شادی کے لیے کمیونٹی پر مبنی معیارات وضع کر سکیں۔

☆ 2000ء میں منیسوٹا اور میری لینڈ کی قانون ساز اسمبلیوں نے میرج ایجوکیشن کی حوصلہ افزائی کی تجاویز کی منظوری دے دی مگر ان ریاستوں کے گورنروں نے انہیں ویٹو کر دیا۔

مہذب شادی کی تحریک

☆ ریاست مشی گن میں شہری، بزنس، مذہبی رہنما، پروفیشنل لیڈرز اور سوشل واکروں نے ''شادی کی پالیسی'' مرتب کی جس کا مقصد قبل از شادی آگہی و تربیت فراہم کرنا ہے تاکہ جوڑوں کو صحت مند اور عمر بھر کے لیے شادیاں کرنے کا حوصلہ ہو اور انہیں معاشرے کی طرف سے پوری حمایت و تائید حاصل ہو۔

۸۴۔ Isabel Sawhill ,2000.(Welfare reform and reducing teen Pregnancy)The Public Intrest 138.(Winter):43.

☆ ریاست ٹینسی میں شادی کے لیے مربین کی تربیت کے لیے مہم چلائی گئی جو عوام کی حد رسائی بڑھاتی ہے اور کلیساؤں کو شادی کے مسائل کا احاطہ کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اسی طرح وسیع میڈیا رسائی کے ذریعہ عوام کی تربیت، مشیرانِ شادی کی ریکروٹمنٹ اور مذہبی رہنماؤں کو اپنے ہمنوا بنا کر شادیوں کے استحکام کی فضا کو بہتر بنایا جاتا ہے۔

☆ 1997ء میں لیناوی کاؤنٹی (مشی گن) میں جج، میئرز اور مجسٹریٹوں نے فیصلہ کیا کہ جوڑے اس وقت تک شادی نہ کریں جب تک وہ شادی سے قبل تربیتی کورس پاس نہ کرلیں۔ 11 مئی 2000ء میں لیناوی کاؤنٹی نے طلاق کے معاملوں کے بارے میں سربراہ اجلاس منعقد کیا (جس میں شعبۂ تعلیم، بار ایسوسی ایشن سوشل ورک اور عدالتوں کے نمائندوں نے شرکت کی) تاکہ طلاق اور مصالحت کے لیے نئے طریقے اختیار کیے جائیں اور مصالحتوں کے امکانات بڑھا کر طلاقوں کی شرح کم کی جائے۔ ایک مجوزہ نئی مشی گن عدالت ججوں کو یہ اختیار دینے والی ہے کہ وہ دورانِ مقدمہ اگر محسوس کریں تو فوراً مصالحتی عمل شروع کرادیں۔

☆ ملک بھر کی غیر منفعت بخش تنظیمیں پبلک اور پرائیویٹ پارٹنر شپس......بشمول لوکل، سٹیٹ اور وفاقی حکومتوں، انسان دوست تنظیموں، تجارتی اداروں، یونائیٹڈ وے اور انفرادمخیّر حضرات سے اپیل کر رہی ہیں کہ وہ خاندان اور شادی سروسز کو مستحکم بنائیں۔ کلیساؤں، سائنا گاگز، سکولوں اور کمیونٹی سنٹرز میں کمیونٹی بیسڈ ''ون سٹاپ شاپنگ'' سنٹرز قائم کیے جا رہے ہیں۔ خاندان کے افراد کو ان کے جغرافیائی ایریا میں متعلقہ ثقافتی سرگرمیاں فراہم کی جاتی ہیں۔ اس طرح وہ سوشل سپورٹ نیٹ ورک اور کمیونٹی کو تقویت پہنچاتی ہیں۔ ۸۵

☆ مشی گن، واشنگٹن، ساؤتھ کیرولینا، جارجیا، نیو جرسی، انڈیانا، پنسلوانیا، فلوریڈا اور الباما کی غیر منفعت تنظیموں نے شادی کو مضبوط بنانے اور شرح طلاق کو کم کرنے کو اپنے ایجنڈے کا نمایاں حصہ بنا رکھا ہے۔ مثال کے طور پر سٹیٹ آف واشنگٹن میں ''واشنگٹن فیملی کونسل'' (WFC) ریاس کے لوگوں کے رویوں پر تحقیق کر رہی ہے اس نے خاص طور پر نوجوان طبقوں کے شادی، طلاق اور خاندانی زندگی کے رجحانات پر مبنی میریج بلڈرز پروگرام وضع کیے ہیں جنہیں مقامی کلیسا کے تعاون سے چلایا جا رہا ہے۔ "WFC" کے ایک بیان کے مطابق واشنگٹن کے 550 کلیساؤں نے ایسے 18 کمیونٹی شادی کے معاہدوں پر دستخط کیے ہیں جو 15 کاؤنٹیز اور 130 شہروں اور ٹاؤنوں سے زیادہ لوگوں کی نمائندگی کر رہی ہیں۔

وفاقی شادی تحریک

☆ 2000ء میں نائب صدر الگور اور گورنر جارج ڈبلیو بُش نے وفاقی ٹیکس کوڈ میں شادی قوانین کی خلاف ورزی پر جرمانوں میں کمی کرنے کی تجاویز پیش کی تھیں۔

۸۵۔ Gloria G. Rodriguez ,1999.Raising Nuerosis Ninos:Bringing Up Lationo Children in a Bicultural in a bicultural World (NewYork) Simon and Schuster Fireside books)

☆ اس وقت امریکی کانگریس کے زیرِغور 'فادرز کاؤنٹ' اور 'ذمہ دار پدریت' میں یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ والد کی حیثیت کومضبوط بنانے کا تقاضا ہے کہ کم آمدنی والے باپوں میں شادی اور صلاحیتِ شادی (Marriageability) کوتقویت دینے کے لیے مزید اور بہتر اقدامات کیے جانے چاہییں۔

☆ 1996ء کے ویلفیئر ریفارم ایکٹ کی منظوری نے وفاقی ویلفیئر پالیسی کا ایک مقصد بنا لیا اور غیرخرچ شدہ ویلفیئر فنڈ استعمال کر کے نئے ریاستی شادی کے منصوبے کے لیے دروازے کھول دیے۔ اب ویلفیئر لا کے چار قانونی مقاصد میں سے تین یہ ہیں۔ ''شادی کو فروغ دینا، دو والدین پر مشتمل خاندانوں کی حوصلہ افزائی اور شادی کے دائرے سے باہر ولادتوں کو کم کرنا۔''۸۶

ایک نئی تحقیق بتاتی ہے کہ ویلفیئر ریفارم شادیوں کوفروغ اور کم آمدنی والے طبقوں میں طلاقوں کو (نیز گھریلو تشدد) کوکم کرسکتی ہے۔۸۷

☆ شادی کی تحریک کے قائدین وفاقی ایجنسیوں بشمول مردم شماری کا ادارہ اور نیشنل سنٹر برائے ہیلتھ سے مطالبہ کررہے ہیں کہ وہ شادی کو دوبارہ تحقیقاتی ایجنڈے پر لائیں اور شادی اور طلاق کے صحیح اعداد و شمار اکٹھے کرنے کو اوّلین ترجیحات کا حصہ بنائیں۔

پس چہ باید کرد؟

قوم سے ایک استدعا:

ہم امریکہ کی شہری، سیاسی، اخلاقی، مذہبی اور پیشہ ورانہ قیادتوں، دانشوروں اور پالیسی سازوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ شادی کلچر کی تجدیدِنو کے عظیم کام میں ہمارے ہمنوا اور ہمقدم بن جائیں، ہم پانچ اصولوں کو اپنی مساعی کے لیے رہنما بنانا چاہتے ہیں:

1۔ غیر جانبدار ہو کر بیٹھ جانے کی بجائے شادی کی تحریک کے فروغ کو اپنا نصب العین بنا لیں۔ صحت مند شادی پورے معاشرے کے لیے باعثِ تقویت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس، جب شادی ناکام ہوتی ہے تو متعلقہ افراد کی ذات اور عوام کو بڑی زک پہنچتی ہے۔ اگر ہم مزید شادیوں کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں مددگار بن سکتے ہوں تو یہ بڑی احمقانہ اور غلط حرکت ہوگی کہ ہم ایسی پالیسیوں پر رضا مند ہو جائیں جو اس بارے میں محض غیر جانبداری کی طرف لے جاتی ہوں۔

۸۶۔ Theodora Ooms, (in Press) 2000. Taping TANF to Promote Marriage and Strengthen Two Parent Families (Washington D.C.: Center for Law and Social Policy).

۸۷۔ Vifginia Knox: Cynthia Miller and Lisa A Gennetioan 2000,Reforming Welfare and Rewarding Work:A Summary of the final report on the Minnesota Family Investment program NewYork. (Manpower Demonstration research Corporation)May.Available on line at http.//www.mdrc.org/Reports 2000/MfIP/MFIP summary.htm.

2۔ شادی کی خصوصی حیثیت کا احترام کیجیے، شادی کے فوائد ان لوگوں تک پہنچے دیجیے جو شادی تو کر سکتے تھے مگر وہ ایسا نہیں کر رہے۔ شادی کے سماجی اور قانونی فوائد محض ''اکٹھے'' رہنے والوں کو پہنچنے دینا غیر دانشمندانہ بات ہے، ایسا کرنے سے شادی کی خصوصی حیثیت کمزور پڑ جاتی ہے۔

3۔ شادی اور بچوں کو جنم دینے کو دوبارہ آپس میں جوڑ دیجیے۔ شادی شدہ جوڑے اگر بچے پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ان کی حوصلہ شکنی نہ کیجیے۔ نوجوان مردوں اور عورتوں کی حوصلہ افزائی کیجیے کہ وہ بچے پیدا کرنے کا اس وقت تک انتظار کریں جب تک ان کی اچھی شادیاں نہیں ہو جائیں، صرف اسی وقت کا انتظار نہ کریں جب وہ ہائی سکول ڈپلوما حاصل کر لیں یا اکیس برس کے ہو جائیں۔

4۔ گھروں اور کمیونٹیز میں بلا اُجرت کام کرنے والوں کو ازدواجی خودمختاری حاصل کرنے کی سزا دے کر ان کی حوصلہ شکنی نہ کیجیے۔ جوڑوں کو محنت تقسیم کرنے کی آزادی ہونی چاہیے خواہ وہ جیسی بھی چاہیں، ان پر ان پالیسیوں کا کوئی دباؤ نہیں ہونا چاہیے جو گھر میں رہ کر بچوں کی دیکھ بھال کرنے والوں اور سول سوسائٹی میں جا کر کام کرنے والوں کے درمیان امتیاز کرتی ہیں۔

5۔ شادی کے دوام کے مقاصد کی تکمیل بھی کیجیے اور آج کے جوڑے جس ازدواجی تسکین کی تمنا رکھتے ہیں اس کو بھی قابلِ حصول بنائیے۔

اگلے اقدامات

ہم درجِ ذیل ٹھوس تجاویز کو نقاطِ آغاز کے طور پر پیش کر رہے ہیں ہم میں سے سب کے سب ان میں سے ہر تجویز پر متفق نہیں ہیں مگر ہم اس امر پر متفق ہونے پر متحد ہیں کہ وقت آ چکا ہے کہ شادی کے استحکام کے لیے ہمہ وقت سوچ بچار کرتے رہیں۔

شادی شدہ جوڑوں سے:

اپنے شادی کے عہد و پیماں پر دل کی گہرائیوں سے قائم رہیے۔ ایسے پادریوں، مشیرانِ ازدواج یا پیشہ ور کونسلروں سے رابطہ رکھیے جو 'شادی کے بارے میں غیر جانبدار' نہیں ہیں بلکہ آپ کی اور آپ کی شادی کی کامیابی کے متمنی ہیں۔ اگر آپ کی شادی سخت مشکلات کے دور سے نکل آئی ہے تو اپنے لوکل چرچ، اپنے سائنا گاگ، مسجد یا کسی دیگر کمیونٹی فارم کے استحکامِ ازدواجی تعلقات پروگراموں میں شریک ہو جائیے یا اسے شرکت کے لیے نقطۂ آغاز بنا لیجیے اور اپنے اردگرد کے لوگوں کی شادیاں کامیاب بنانے میں مدد کیجیے۔

والدین سے:

☆ بچوں کی پرورش اور تربیت ایسے انداز میں کریں وہ آگے چل کر شادیوں میں کامیاب رہیں، ان کے سامنے معاملہ فہم والدین ہونے کا عملی نمونہ پیش کریں، جس طرح ان کی پیشہ ورانہ کامیابی کے لیے منصوبہ بندی کی جاتی ہے اسی طرح ان کی شادیوں کو بھی اپنے نصب العین کا حصہ بنائیں۔ اس امر کی بھی کوشش کریں کہ مارکیٹ کے طور طریقے

خاندانی زندگی میں نہ گھس آئیں۔ اپنی مساعی کا آغاز ایک 'ہدف اور مقصد' کے لیے ڈٹ جانے اور اس کے تحفظ کے لیے لڑائی مول لینے سے کریں۔ اداروں اور سماجی روایات کو صرف اس حد تک ہی 'بار آور' (Productive) دیکھنے کی کوشش نہ کریں کہ وہ لوگوں کے اندر اقدار سے محبت کرنے کی صلاحیت اور شادیوں کو برقرار رکھنے کا جذبہ بھی بڑھائیں۔ بچوں کو جذباتی اور جسمانی دونوں پہلوؤں سے صحت مند بنائیں۔ جو والدین یہ چاہتے ہیں کہ ان کے بچے اولاد پیدا کرنے سے پہلے شادی کریں اور شادی کو آزادانہ جسمانی تعلق پر ترجیح دینے والے بنیں تو انہیں اپنے بچوں کو یہ پیغام واضح طور پر دینا ہوگا۔ اگر آپ بطور والدین اپنے بچوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جنس کو شادی کے لیے محفوظ رکھنا بہترین طرزِ عمل ہے تو غیر شادی شدہ جوڑوں کو اپنے گھر کے اندر اکٹھے ہرگز نہ ہونے دیں۔ اپنی روحانی روایت کے وسائل سے فائدہ اٹھائیے۔ ایمان جسمانی صلاحیتوں کو گہرے مذہبی مفہوم کے دائرے کے اندر رکھ سکتا ہے اور بندے کو شادی کے روحانی تقاضوں کا وفادار اور پاسدار بنا سکتا ہے۔

دوستوں اور افرادِ خاندان سے:

☆ آپ جن لوگوں سے محبت کرتے ہیں اگر وہ طلاق یا ازدواجی مشکلات سے دوچار ہیں، انہیں اپنی مدد کے پیش کش کریں اور انہیں سمجھدار اور باتدبیر جوڑوں سے صلاح مشورہ اور ثالثی اداروں یا تعلیمی پروگراموں میں شرکت پر آمادہ کریں۔ انہیں باور کرائیں کہ ان کے اپنے موجودہ احساسات خواہ کچھ بھی ہوں، غیر اطمینان بخش شادی میں گزارہ کرنا ہی واحد راستہ نہیں۔ ایک حالیہ تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ چار ناخوش میاں بیوی کے جوڑوں میں سے تین جنہوں نے طلاق کا راستہ اختیار نہیں کیا بالآخر شادی کی طرف لوٹ آئے تھے۔ [۸۸]

مذہبی راہنماؤں سے:

☆ شادی کے تقدس یا وفادارانہ عہد و پیماں کے رشتوں کے محافظ کے طور پر اپنے تاریخی کردار کو ایک بار پھر واپس لے آئیے۔ اپنے اور اپنی اجتماعی عبادات کے شرکا کے دلوں کو شادی کی اہمیت کے قائل بنائیے کیونکہ یہ خدائی محبت کا نشان اور علامت ہے۔ عقیدے پر مبنی شادیوں کے اہتمام اور ان میں مزید بہتری لانے کے پروگرام مرتب کیجیے۔ جدید تحقیق سے حاصل نتائج اور تدابیر سے استفادہ کیجیے مگر شادی کی مذہبی جہت کو ان کے تابع ہرگز نہ بنائیے۔ ایک نئی تحقیق سے منکشف ہوا ہے کہ تربیت یافتہ پادری اور متبعینِ کلیسا بہترین تربیت یافتہ پروفیشنل کونسلروں اور معالجوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ موثر مشیرانِ شادی ثابت ہوتے ہیں۔ [۸۹]

۸۸۔ Tabulations by Linda J.Waite from Waves 1 and 2 of the Nartional Survey of Families and Households,based only on respondents who were married in 1987-88 and still married to the same person in 1992-94.Linda J. Waite and Maggie Gallagher (In Press) 2000.The Case for Marriage: Why Married people are Happier ,Healthier and Better off financially (NewYork :Doubleday)

۸۹۔ M.Stanely and H.J Markman et al.(In press) 2001.(Community based Premarital prevention :Clergy and Lay Leaders on the Front Lines (Family Relations)

آدابِ شادی، باوفا جوڑوں کو اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے اور اطمینان بخش حالت کی طرف لوٹ آنے میں کامیاب رہتے ہیں۔مگر وہ دوسرے جوڑوں کو آسانی سے قائل نہیں کر سکتے کہ شادی کیوں اہم ہوتی ہے۔اس طرح پادری باہمی آویزش کے شکار جوڑوں کو نئی امید دلانے اور مشکلات پر قابو پانے کا درس دینے کی بہترین پوزیشن میں ہیں۔

☆ منگیتروں ، نئے شادی شدہ جوڑوں اور مشکلات کے شکار زن وشوہر کو مدد دینے کے لیے متبعین کلیسا پر مشتمل حلقے بنایئے۔متبعین کے شادی شدہ جوڑے ایسا کردار ادا کر سکتے ہیں جو پروفیشنلز بھی ادا نہیں کر سکتے مذہبی راہنمائی بھی اس سلسلے میں اتنی مفید ثابت ہوئی ہے کہ اعلیٰ تربیت یافتہ تنظیمیں بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں۔کیونکہ مذہبی رضا کار ہر وقت ایسے جوڑوں کے قریب رہتے ہیں اور انہیں اپنے ذاتی تجربات کے حوالہ سے گُر بتاتے ہیں۔علاوہ ازیں وہ ایسے جذبات بھی ابھار دیتے ہیں جن سے کامیابی کی منزل قریب آ جاتی ہے۔

☆ اپنی ہم مذہب کمیونٹی کے اندر طلاق کی شرح کم کرنے کے عزم کی روح پھونکئے، اپنے کلیسا میں شادی کے عہدوپیاں کو دہراتے رہیے اور شادی شدہ جوڑوں سے شادیوں کا تقدس برقرار رکھنے کا وعدہ لینے کو اپنا معمول بنا لیجیے۔اپنی مذہبی کمیونٹی کے اندر ایسا مذہبی کلچر پیدا کیجیے جو آپ کا امتیازی نشان بن جائے۔کمیونٹی کو شادی کی قدر و قیمت اور اہمیت شناسی کی نصیحت کیجیے۔شادی کے فوائد اور طلاق کے نتائج کے بارے میں تحقیق سے باخبر رہیے۔ مختلف جوڑوں کی باہمی کدورتیں دور کرنے کے لیے ان سے ملاقاتیں کرتے رہیے۔[۹۰]

انہیں واضح پیغام دیجیے کہ شادی ایک پرائیویٹ معاملہ نہیں بلکہ خدا اور ایمان والی کمیونٹی کے سامنے ایک قابل جوابدہی وعدہ ہے۔

نوجوان پادریوں، معلمین امتناع شراب اور نوجوان معلموں سے:

☆ آج کے نوجوانوں کو اچھی شادی کے مثبت ومتحرک نمونوں، شادی کی اہمیت وقدر و قیمت سے آگاہ قیادتوں کی ضرورت ہے۔انہیں اس نئی امید کی بھی ضرورت ہے کہ شادی کرنے کے بعد انہیں دیرپا اور محبت بھری زندگی نصیب ہوگی۔ آپ اس وقت کا انتظار نہ کریں جب بچے بڑے ہو جائیں یا جوڑوں کی منگنی ہو جائے۔آپ اپنے اجتماعاتِ عبادت میں ابھی سے شادی کی تیاریوں کے سلسلے میں بات چیت شروع کر دیں۔نوجوانوں کے ذہنوں میں شادی کے ساتھ بچوں کی پیدائش کا تعلق جوڑیں اور بچوں اور بالغوں کو یکساں طور پر مرد وعورت کی حدودِ قربت سے آگاہ کریں۔

مشیرانِ شادی، معالجین اور معلمین سے:

☆ نئی میرج تھریپی اور تحقیق بالخصوص صحت مند شادی کے نئے ماڈلز اور شادی میں مداخلت کی نئی حکمتِ عملی سے

۹۰- For One such study of marriage preparation components ,Marriage preparations in the Catholic church: Getting it Right, Report of A Study on the value of Marriage preparation in the Catholic Church for Couples married one through Eight years (Omaha.NEL Centre for Marriage Clinic:I,Scientifically-based Marital Therapy (NewYork:W.W.Norton)Chapter-1.

استفادہ کیجیے کیونکہ یہ صحیح اور سائنٹیفک بنیادوں پر استوار ہے

☆ اپنے پاس مشورہ کے لیے آنے والوں سے بطور زوجین اور والدین کے طور پر مخاطب ہوں، انہیں محض افراد نہ سمجھیں۔ یہ بات ذہن نشین کر لیجیے کہ سب کی سب شادیوں کو سپورٹ نہیں کرنا پڑتا۔ ہمارا یقین ہے کہ مشیرانِ شادی کو اپنی تجاویز دیتے وقت خاندان کے مفادات کو بطور ایک کُل (as a whole) لینا چاہیے، نہ کہ بالغ افراد کی محض خواہشات کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

ماہرین زچہ بچہ وعلاجِ اطفال، نرسز اور دیگر ماہرین طب سے:

بچوں کی جسمانی، ذہنی اور جذباتی کیفیات کے لیے صحت مند شادی کی از بس ضرورت ہوتی ہے، آپ کو ان تمام امور کو ملحوظ رکھنا ہوگا جو نئی نسل پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ شادی کے دائرے میں ایک بچے کی پیدائش بہت نازک اور دباؤ سے بھرپور وقت ہوتا ہے۔ اس لیے یہ طلاق کے لیے ایک امکانی طور پر دھماکہ خیز واقعہ بھی بن سکتا ہے۔ اس موقع پر مدد کے علاوہ زوجین کے والدین اور دیگر اہل خاندان کی ہمدردیوں کی بھی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

طبی سہولتوں کے نظام کے عہدیداروں سے کہئے کہ وہ شادی اور والدین کی تربیت کے لیے پروگراموں کا اہتمام کریں جیسا کہ "Becoming Parents Programs" یا "Boot Camps for new Dads" پروگرام ہیں۔ ان کا وسیع پیمانے پر بندوبست کیا جانا چاہیے۔ زیادہ کم عمر شادی شدہ جوڑوں کو دباؤ برداشت کرنے کا حوصلہ دینا اور ان کی مشاورت کے مراکز قائم کرنا صحتِ عامہ اور بچوں کی بہبود کے لیے بہت بڑی خدمت ثابت ہوگی۔

وکلاء، بار ایسوسی ایشنز اور دیگر لیگل گروپوں سے:

☆ یاد رکھیے کہ وکلا اور حکام عدالت کو ریاست نے کافی اختیارات دے رکھے ہیں اور یہ کہ آپ پر بطور کونسلر اور بطور ایڈووکیٹ بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ مت بھولئے کہ والدین بچوں کے لیے جو منصوبے بنائے ہیں وہ آپ کے دائرہ کار کہیں زیادہ وسعت رکھتے ہیں اور وہ ان کی پوری زندگی پر اثر انداز ہوتے رہیں گے۔ آپ اپنے موکلوں پر زور دیں کہ وہ طلاق کے متبادل طریقوں پر غور کریں جہاں گھریلو تشدد کوئی مسئلہ بن بن سکے۔ شادی میں مداخلت کے واقعات ثالثی اور تعلیمی پروگراموں کی ایک فہرست تیار رکھیں تاکہ جونہی کوئی مؤکل طلاق کے بارے میں متذبذب ہو یا مصالحت میں دلچسپی ظاہر کرے تو اسے فوراً اس فہرست کی نقل دے دی جائے۔ ان ماہر پروفیشنلز کی بھی ایک فہرست بنائیں جو بچوں کو صدموں سے بچانے یا طلاق کے زخم خوردہ افراد کی دلجوئی میں کوئی کردار ادا کر سکتے ہوں۔ قوانینِ طلاق، عدالتی قواعد اور مصالحتی کارروائیوں کے بارے میں گہری دسترس حاصل کیجیے۔ قوانین میں ایسی ترامیم کی مخالفت کیجیے جن سے شادی کی خصوصی قانونی حیثیت کمزور پڑتی دکھائی دے اور اس کے فوائد بغیر شادی اکٹھے رہنے والوں کو بھی پہنچائیں جو قانونی طور پر شادی کر سکتے ہوں۔

وفاقی حکومت، ریاستی حکومتوں اور مقامی حکومتوں سے:

☆ شادیوں کے لیے سازگار ماحول تیار کرنے کو ملکی پالیسی کا ایک واضح مقصد بنایئے، اس کے ساتھ ہی ان کی کامیابی

ناپنے کی ایک واضح کسوٹی بھی بنایئے (جیسے شرحِ طلاق میں کمی اور بچوں کی شادی کے دائرے کے اندر پیدائش کے تناسب میں اضافہ)

☆ شادی کی تحقیق کے لیے فنڈز بڑھایئے بشمول شادی کے طریق کار کے بارے میں بنیادی تحقیق کے، جس کا ذہنی صحت اور شادیوں کی کامیابی پر اثر پڑتا ہے۔ مداخلت کے بارے میں بھی تحقیق ہونی چاہیے تاکہ وہ طریقے معلوم ہوسکیں جن سے شادی کو کامیابی سے ہمکنار کیا جا سکتا ہو۔ ایک تحقیق بھی کرائی جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ٹیکسز اور مفاد عامہ فنڈز میں حالیہ اور مجوزہ ردّ و بدل کا میریج ایجوکیشن، طلاق کے قوانین اور عدالتی حکم پر مصالحت کے طریق کار وغیرہ پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ یہ تحقیق بھی ہونی چاہیے کہ شادیوں کی ناکامی کے نتیجے میں بزنس اور ٹیکس دہندگان پر کتنا بوجھ پڑتا ہے۔

☆ شادی اور ذہنی وجسمانی صحت کے مابین گہرے تعلق کی بنا پر نیشنل انسٹی ٹیوٹس آف ہیلتھ، دی نیشنل انسٹی ٹیوٹ فار مینٹل ہیلتھ اور سٹیٹ پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹس کو شادی اور طلاق کے بارے میں اعداد وشمار اکٹھے کرنے اور ان کے تجزیے کو اہم ترجیح بنا لینا چاہیے۔

☆ غیر خرچ شدہ ویلفیئر (TANF) کا کچھ حصہ شادی کی سرگرمیوں پر خرچ کرنے پر غور کیجیے اور پھر کم آمدنی والی کمیونٹیز کے لیے شادی کی تربیتی تعلیم کی کفالتی رقوم کو شادی کی اہمیت اور قدر و قیمت کے بارے میں عوامی تعلیمی مہمات، بالخصوص بچوں پر خرچ کرنے پر غور کیجیے اور تحقیق کے لیے بھی فنڈز فراہم کیجیے تاکہ مؤثر پروگرام کے اجزا کی شناخت اور اس کا بار بار اعادہ ہو سکے۔

☆ شادی کی تعلیم کے لیے امدادی رقم فراہم کرنے پر غور کیجیے جو کونسلرز، معالجوں اور کلیسائی حلقے کے کارکنوں کی خدمات، بشکل فری کلاسز وغیرہ پر خرچ ہو گی۔ کمیونٹی شادی پالیسیاں، زمانہ قبل از شادی کی ضروریات اور شادی کی تعلیم کے پروگراموں کا دائرہ وسیع کیجیے۔

☆ نوعمری کے حمل، ولدیت اور جنسی تعلیم کے تمام پروگراموں میں ایک شادی کی جہت بھی شامل کر دیجیے۔ تمام نوعمر لڑکیوں کو اس وقت تک انتظار کرنے کی ترغیب دیجیے جب تک وہ اچھی شادی کے قابل نہیں ہو جاتیں یعنی جب وہ ہائی سکول ڈپلوما حاصل نہ کر لیں یا اکیس سال کی نہ ہو جائیں۔ جو کہ حکومت کی امداد سے چلنے والے نوعمری کے حمل کے پروگراموں کا ایک واضح مقصد ہے۔[۹۱]

☆ شادی کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے مذہبی تجارتی، کونسلنگ اور علاج معالجہ، چائلڈ ویلفیئر اور فیملی تنظیموں کے تمام سٹیک ہولڈرز کا سربراہ اجلاس بلایا جائے اور اس میں وفاق، ریاست اور لوکل گورنمنٹ کے نمائندے بھی شریک ہوں۔

☆ پبلک ایجوکیشن مہموں کے ذریعے شادی کے پبلک ہیلتھ اور دیگر فوائد سامنے لایئے۔ بصورت دیگر تعلیمی مہمات کے

۹۱۔ Maggie Gallagher, 1999. The Age of Unwed Mothers: Is Teen Pregnancy the Problem? (New York: Institute for American Values.

ذریعے طلاق بغیر شادی بچوں کو جنم دینے کے خطرات اور اس سے اولاد پر پڑنے والے بُرے اثرات کو اجاگر کیجیے۔ طلاق سے بچوں کی نگرانی میں کوتاہی بھی دور رس اثرات کی حامل ہوتی ہے۔ اس کو بھی سب لوگوں کے علم میں لائیے۔

☆ عدالت سے متعلقہ طلاق ایجوکیشن اور مصالحتی پروگراموں میں بھی اصلاحات لائیے تاکہ اس سے مصالحت میں آسانی ہو نہ کہ صرف طلاق کا طریق کار بعجلت مکمل ہوتا ہو۔ تحقیق کے ذریعے اس امر کا بھی تعین کیجیے کہ طلاق ایجوکیشن پروگراموں میں سے کون سا زیادہ موثر ہو رہا ہے کہ اس نے طلاق سے پیدا ہونے والی تلخیوں کو کم کیا ہو ٗاور ٗ غیر ضروری طلاق کو روک دیا ہو۔

☆ بغیر قصور طلاق کے قوانین کا از سرِ نو جائزہ لیجیے اور شادی کے عہد و پیماں کو قانونی وزن دلانے کے لیے نئے طریقے تلاش کیجیے۔ مثال کے طور پر ایک طویل عرصۂ انتظار (کم از کم 18 ماہ جو معترضہ بے قصور طلاقوں کے لیے درکار ہوتے ہیں) عملِ طلاق کو سست رفتار بنا دیتا ہے اور کونسلنگ کو کام کرنے کا موقع دے دیتا ہے۔ کچھ اختیار اس فریق کو دیتا ہے جو بدستور شادی شدہ رہنا چاہتا یا چاہتی ہو اور دوسرے فریق کو بہت ہی کم اختیار ملتا ہے جسے طلاق دی جا رہی ہو کہ وہ جذباتی طور پر بحال ہو سکے۔ قوانینِ طلاق کی اصلاح کی دیگر تجاویز میں جوڑوں کو مضبوط تر ''اقرار شادی'' کے حلف نامے کا اختیار دینا، ججوں کو تولیت یا جائداد کی تقسیم میں کوتاہی پر غور کرنے کا موقع دینا اور بغیر قصور طلاقوں کے لیے باہمی رضامندی کا حصول ضروری ہونا شامل ہیں۔ بعض ریاستوں نے یہ قوانین منظور کر لیے ہیں اور بعض ابھی تک غور کر رہی ہیں کہ جو جوڑ اطلاق لینے کی تیاری کر رہا ہو وہ ایسی کلاسوں میں شریک ہو جن میں بچوں کی بہبود پر طلاق کے اثرات پر غور کرنا سکھایا جاتا ہے۔[۹۲]

ہم اس سے کم ہرگز نہیں چاہتے کہ لازوال محبت کا بکھرا ہوا خواب از سرِ نو تعمیر ہو اور ہم اگلی نسل کو ایک صحت مند، مسرت انگیز اور کامیاب تر شادی کا کلچر منتقل کریں۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم اپنا وقت، اپنے وسائل اور اپنی ذہنی اور اخلاقی قوتوں کو اس مقصد کے لیے وقف کر دیں گے۔

یہ اعلامیہ پڑھنے کے بعد کیا مسلمان اہلِ علم کو اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ہم بھی اپنے معاشرے کے لیے وہ اسلامی تعلیمات جو ہمارے پاس قرآن وسنت کی واضح تعلیمات پر بنی بنائی تیار شکل میں موجود ہیں، اپنی نئی نسل تک پہنچانے کا کوئی ذریعہ تلاش کریں؟ ہمارے ہاں بھی معاشرتی و سماجی مسائل کی وجہ سے شادی اور نکاح کا ادارہ کمزور پڑتا جا رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سب سنجیدگی کے ساتھ آگے بڑھیں اور مغرب کی طرح خاندان اور شادی کے نظام کے بکھرنے کے بعد سر جوڑ کر نہ بیٹھیں بلکہ اس سیلابِ بلا کے آگے ابھی سے بند باندھ لیں۔

۹۲۔ www.divorcereform.org.